اپریل 2009ء

زیر انتظام

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی، سرگودھا

اہل ایمان کیلئے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصہ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ **فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن** کی مکمل ۱۰ جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباحات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے ہے۔

۲۔ **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لیکر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصہ شہود پر آگئی ہے جسکا ہدیہ دو سو روپے ہے۔

۳۔ **اعتقادات امامیه** ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسیؒ جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں نہایت اختصار وایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لیکر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہوکر منظر عام پر آگئی ہے ہدیہ صرف تیس روپے۔

۴۔ **اثبات الامامت** آئمہ اثناعشر کی امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچوں ایڈیشن

۵۔ **اصول الشریعه** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶۔ **تحقیقات الفریقین** اور **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن عنقریب قوم کے سامنے پہنچ رہے ہیں۔

۷۔ **قرآن مجید مترجم** اردو مع خلاصۃ التفسیر بہت جلد منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والا ہے جسکا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کردینے والا ہے۔

۸۔ **وسائل الشیعه** کا ترجمہ نویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۹۔ **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن عنقریب بڑی شان وشکوہ کے ساتھ عرصہ وجود میں انشاء اللہ آرہا ہے۔

منجانب **منیجر مکتبۃ السبطین** 296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا

جلد: ۱۳ اپریل ۲۰۰۹ء شمارہ: ۴

مدیر اعلیٰ: ملک ممتاز حسین اعوان
مدیر: گلزار حسین محمدی
پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان
مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰
مقام اشاعت: سلطان المدارس سرگودہا
کمپوزنگ: مجتبیٰ حیدر

زر تعاون 200 روپے
لائف ممبر 5000 روپے

فہرست مضامین

چکوال میں دہشت گردی

مملکت خداداد پاکستان جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دیکر یہ ملک حاصل کیا تمام مکاتب فکر کے علماء و زعما نے متحد ہو کر یہ ملک قائم کیا نہایت دکھ کے ساتھ عرض پرداز ہیں کہ کچھ عرصہ سے کچھ ملکی اور غیر ملکی ہاتھ پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچا رہے ہیں مساجد اور امام بارگاہوں میں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے اسلام کے نام پر یہ دہشت گردی ملکی استحکام کے لئے خطرہ بن چکی ہے اگر اسے نہ روکا گیا تو پاکستان بچ نہ سکے گا پورا ملک قتل و غارت اور دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے گزشتہ کئی سالوں سے ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک میں شیعیان حیدر کرار کا بے دریغ قتل عام کیا جارہا ہے اور ظلم کی حدود کو پائمال کرتے ہوئے بے گناہ جاں بحق ہونے والوں کے جنازوں پر فائرنگ اور خودکش حملے شروع کردیے ہیں ڈیرہ اسماعیل خان جل رہا ہے سینکڑوں بچے یتیم اور خواتین بیوہ ہوچکی ہیں۔

گزشتہ دنوں مناواں پولیس ٹریننگ سنٹر میں دہشت گردی کی بھیانک واردات سے لاہور لرز اٹھا پھر اسلام آباد میں دھماکہ سے وفاقی دارالحکومت میں بے چینی بڑھ گئی ابھی یہ واقعہ نہ بھولے کہ چکوال کے محلہ سرپاک میں امام بارگاہ پر مجلس عزا کے دوران خودکش بمبار نے حملہ کیا جس سے بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہوگئیں ہم صوبائی اور مرکزی حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ ان سفاکانہ کارروائیوں کو آخر کون روکے گا صرف روایتی بیان دیکر حکومت اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوسکتی بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو ختم کیا جائے یہ ظالم اور سفاک کسی ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں ان لوگوں کے پس پردہ پاکستان دشمن طاقتوں کا سراغ لگایا جائے چاہے وہ ملکی ہوں یا غیر ملکی ان سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے اسلام کے یہ دعویدار درحقیقت اسلام کے دشمن ہیں دہشت گردی کی روک تھام کے لئے تمام اسباب و ذرائع استعمال کیے جائیں ہم سانحہ چکوال میں جاں بحق ہونیوالوں کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور زخمیوں کی جلد شفایابی کے لئے دعاگو ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے قاتلوں اور دشمنوں کو نیست و نابود فرماتے تمام مسلمانوں سے بالعموم اور شیعیان حیدر کرار سے بالخصوص گزارش ہے کہ آپس میں اتحاد اور تنظیم سے زندگی گزاریں اور مساجد اور امام بارگاہوں اور دینی مدارس کی حفاظت اور سیکورٹی کا انتظام خود بھی سنبھالیں اور اپنی مدد آپ کے تحت حفاظتی انتظامات کریں حکومت سے گزارش ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو فعال بنایا جائے اور حفاظتی انتظامات سخت کیے جائیں تاکہ دوبارہ ایسے واقعات نہ ہونے پائیں۔

☆☆☆☆

باب العقائد

امور تکونیہ میں استمداد کے بارے میں آئمہ اطہار کے اصحاب اخیار کا طریقۂ کار

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

ان ہادیان کی اسی تعلیم وتلقین کا نتیجہ تھا کہ ان کے اصحاب با صفا ہمیشہ ان امور میں ان بزرگواروں سے صرف بارگاہ خداوندی میں دعا سفارش کرنے کی استدعا کیا کرتے تھے۔ یہ کبھی استدعا نہیں کی تھی۔ کہ آپ ہمیں اولاد دیں۔ یا روزی فراخ کریں۔ یا ہمارے بیمار کو شفاء دیں کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ یہ طریقۂ کار تعلیمات قرآن اور اہلبیت کے فرمان کے خلاف ہے۔ ذیل میں ان اصحاب اخیار کے صحیح طریقۂ کار کے چند واقعات جلائے ایمانی کی خاطر درج کئے جاتے ہیں۔ منفضل بن قیس بیان کرتے ہیں۔ کہ دخلت علی ابی عبداللہ فشکوت الیہ بعض حالی وسألتہ الدعاء۔ یعنی میں حضرت صادق آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی حالت زار بیان کر کے ان سے دعا کرنے کی استدعا کی۔ آں جناب نے اپنی کنیز کو حکم دیا۔ کہ وہ تھیلی لاؤ جو ابو جعفر (منصور دوانقی) نے بھیجی ہے۔ چنانچہ کنیز نے وہ تھیلی پیش کی جس میں چار سو دینار تھے۔ امام نے وہ تھیلی مجھے عطا فرمادی۔ میں نے عرض کیا۔ لا واللہ جعلت فداک ما اردت ھذا و لکن اردت الدعائی۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ بخدا میری گذارش کا یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ میرا مقصد تو صرف دعا کرنے کی استدعا کرنا تھا۔ فرمایا۔ ولا ادع الدعاء میں دعا بھی ترک نہیں کروں گا۔'' (رجال کشی)

(۲) اسی طرح شاذویہ بن الحسین بن داؤد القمی کا بیان ہے ''دخلت علی ابی جعفر و باھلی حبلی فقلت جعلت فداک ادع اللہ ان یرزقنی ولدً ذکراً'' یعنی میں حضرت امام محمد تقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری بیوی حاملہ تھی میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہوں۔ آپ میرے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ مجھے اولاد نرینہ عطا کرے۔ راوی کہتا ہے ''فاطرق ملیاً ثم رفع راسہٗ فقال فان اللہ یرزقک غلاماً ذکراً الخ''

امام کچھ دیر سر جھکائے بیٹھے رہے پھر سر بلند کر کے فرمایا خدا تمہیں فرزند نرینہ عطا کرے گا'' (رجال کشی ص ۳۵۸)

(۳) عبدالرحمن بن حجاج بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے پاس جناب امام موسیٰ کاظمؑ کا بہت سا مال (بظاہر خمس) تھا۔ چنانچہ ایک سال میں (مدینہ) گیا اور جناب علی بن یقطین نے مجھے آنجناب کے نام ایک مکتوب دیا۔ جس میں آنجناب سے التماس دعا کیا تھا۔ چنانچہ میں اپنے ذاتی کاروبار اور خدمت امام میں مال پہنچانے سے فارغ ہو چکا تو عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں سالنی علی بن یقطین ان تدعوا اللہ، علی بن یقطین نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ سے ان کے لئے دعا کروں۔ یہ سن کر امام نے فرمایا۔ للاخرۃ آیا آخرت کے لئے دعا کرنے کی استدعا کروں

میں نے عرض کیا۔نعم (ہاں) عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں۔کہ یہ سنتے ہی امام نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ پر رکھتے ہوئے فرمایا: ضمنت لعلی بن یقطین ان لاتمسہ النار ابداً۔ میں علی بن یقطینؒ کا ضامن ہوں کہ ان کو کبھی آتشِ جہنم نہیں چھوئے گی۔(رجال کشی ص ۲۷۰) هنیالہ الجنۃ زہے نصیب۔سچ ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

رزقنا الله دعائهم و شفاعتهم في الدنيا و الآخرة

(۴) علماء اعلام کا بھی ہمیشہ سے اسی طریقہ پر عمل درآمد رہا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ طوسی اور دیگر بعض علماء اعلام نے نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ صدوقؒ کے والد ماجد حضرت شیخ علی بن الحسین القمی کے ہاں اپنی چچازاد بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔انہوں نے جناب ابوالقاسم حسین بن روحؒ (نائب خاص حضرت حجتؑ) کی خدمت میں مکتوب ارسال کیا جس میں ان سے استدعا کی۔کہ حضرت امام العصرؑ کی بارگاہ میں عرض کریں۔کہ وہ میرے لئے بارگاہ رب العزت میں اولاد کے لئے دعا فرمائیں۔چنانچہ جناب ابوالقاسمؒ نے جناب شیخؒ کی استدعا امام زمانہؑ تک پہنچائی۔ناحیہ مقدسہ سے جواب صادر ہوا۔ہم نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی ہے۔ان کی موجودہ بیوی کے بطن سے اولاد نہ ہوگی۔ہاں عنقریب ان کو ایک دیلمیہ کنیز ملے گی۔جس سے ان کو خدائے عزوجل دو فقیہ بیٹے عطا فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اور وہ دو بیٹے محمد بن علی (معروف شیخ صدوقؒ) اور ان کے برادر معظم شیخ حسین بن علی متولد ہوئے"۔

(فوائد رضویہ ج۲ص۵۶۱ الکلام یجر الکلام ج۱ص۹۶ وغیرہ)

☆☆☆☆☆

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

اکثر دعا کرنے والے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری ساری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتی؟ اس سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں اور وہ انہیں قبول نہیں کرتا جبکہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔فرمایا: تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں:

۱۔تم اللہ کی مغفرت تو رکھتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔

۲۔تم قرآن کی تلاوت تو کرتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

۳۔تم رسول سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کی آل سے دشمنی رکھتے ہو۔

۴۔تم شیطان سے دشمنی کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کی موافقت کرتے ہو۔

۵۔تم جنت کو پسند تو کرتے ہو لیکن اس کے لئے عمل بجا نہیں لاتے

۶۔تم جہنم سے ڈرنے کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اپنے جسموں کو اس میں پھینک دیتے ہو۔

۷۔تم اپنے عیوب کو بھلا کر دوسروں کے عیب ڈھونڈنے میں مشغول رہتے ہو۔

۸۔تم دنیا کو ناپسند کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کے لئے مال جمع کرتے ہو۔

۹۔تم موت کا اقرار تو کرتے ہو مگر اس کی تیاری نہیں کرتے۔

۱۰۔تم اپنے مُردوں کو دفن تو کرتے ہو مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔اسی بناء پر تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جاتیں۔

باب الاعمال

صدق و صفائی اور صدق کے اقسام

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

صدق و راستی تمام اخلاقی خوبیوں میں سرفہرست ہے اس کی ایک فضیلت کے نتیجے میں بہت سی اخلاقی فضیلتیں حاصل ہو جاتی ہیں انسان کے ہر قول و عمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لئے اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں اسی کا نام صدق و سچائی ہے۔ صدق صفات ربانی میں سے بری صفت جلیلہ ہے۔ و من اصدق من اللہ حدیثا (نساء۔۱) بات میں خدا سے بڑھ کر کون سچا ہے؟ اسی طرح ہادیان برحق کا پہلا وصف صدق ہے اگر ان کا دعویٰ دلیل سے اور احکام صدق سے خالی ہوں تو ان کی ہدایت کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جائے۔ واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا۔ (مریم۔۴) یہ سچائی کی اہمیت کی واضح دلیل ہے کہ نہ صرف یہ کہ سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ ہمیشہ سچوں کی معیت اختیار کرو۔ یا ایھا الذین امنو اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔ (توبہ۔۱۵) ''اے ایمان والو۔ خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ'' گو اس سچائی کا حقیقی صلہ تو دوسری زندگی میں ملے گا۔ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم (مائدہ۔۲۶) ''یہ وہ دن ہے کہ سچے بندوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا'' مگر دنیا میں بھی اس کا یہ ثمرہ ہوتا ہے کہ سب لوگ سچے آدمی پر بھروسہ کرتے ہیں لوگوں کو اس کے قول و فعل پر اعتبار ہوتا ہے اور اس طرح اس کی عزت کی جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے۔

سچائی اختیار کرنے سے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہو جاتا ہے اور ہر بدی کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کا دل ہر برائی کا گھر بن جاتا ہے اس امر کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں۔ بدکار ہوں' چوری کرتا ہوں' شراب پیتا ہوں' جھوٹ بولتا ہوں' ان میں سے جس کے متعلق حکم دیں آپ کی خاطر ایک کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں فرمایا جھوٹ نہ بولا کر۔ اس نے عہد کیا اور اس کی برکت سے اس کے سب گناہ چھوٹ گئے جب بھی کسی گناہ کا ارادہ کرتا تو سوچتا کہ اگر پیغمبر کی خدمت میں گیا اور انہوں نے پوچھ لیا تو اگر سچ کہا تو سزا ملے گی اور اگر جھوٹ بولا تو وعدہ خلافی ہوگی۔

صدق کے اقسام:

گو سچائی کے عام معنی تو سچ بولنے کے لئے جاتے ہیں مگر اسلام کی نگاہ میں اس کے بڑے وسیع معنی ہیں جس کے اندر زبان کی سچائی' دل کی سچائی اور عمل کی سچائی تمام داخل ہیں۔

زبان کی سچائی:

زبان سے جو بولا جائے وہ سچ بولا جائے۔ کوئی لفظ خلاف

صداقت نہ نکلے یہ سچائی کی مشہور قسم ہے جس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے وعدہ پورا کرنا' قول وقرار کو نباہنا اسی میں داخل ہے یہ سچائی ایمان کی علامت اور جھوٹ نفاق کے ہم معنی ہے خدا فرماتا ہے۔ لیجزی اللہ الصادقین بصد قھم و یعذب المنافقین ان شاء (احزاب۔۳) تا کہ خدا سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقین کو اگر چاہے تو سزا دے'' اس آیت میں صادق کا مقابل منافق کو قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدق ایمان کا اور کذب نفاق کا سرمایہ ہے اس کی تائید اس حدیث نبویؐ سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک ہو اس میں ایک نشانی پائی جاتی ہے۔ امانت میں خیانت' بولنے میں جھوٹ' وعدہ خلافی (خصال شیخ صدوقؒ) انما یفتری الکذب الذین لا یومنون۔ (جھوٹ صرف بے ایمان ہی بولتے ہیں) (اعاذنا اللہ منہ)

دل کی سچائی:

صدق کی یہ قسم اور اخلاص ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یعنی جو کچھ زبان سے نکلے دل کی تہہ میں بھی وہی ہو اسی لئے خدا نے منافقین کی زبانی سچ (اقرار رسالت) کو بھی جھوٹ کہا ہے کیونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے نہیں نکلا تھا ان المنافقین لکذبون۔ (منافقون)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری عمل باطنی اوصاف کے مطابق ہو مثلاً اگر بظاہر نماز خشوع وخضوع سے پڑھی جا رہی ہے تو دل میں بھی خشوع وخضوع موجود ہو اور اس سے صرف نمائش مقصود نہ ہو۔ بلکہ حقیقی عبادت مطلوب ہو۔

عمل کی سچائی:

اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب زبان سے خدا کو خدا' رسول کو رسولؐ اور امامؑ کو امام مان لیا تو اب اپنے عمل اور کردار سے بھی اس اقرار کی تصدیق وتائید کی جائے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ انما المؤمنون الذین امنو باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون۔ (حجرات۔۲)

مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کیا اور اللہ کے راستہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کیا۔ یہی لوگ ہیں سچے۔'' ظاہر ہے کہ ان کو حقیقی سچا اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ انہوں نے دل وزبان سے جو اقرار کیا تھا اپنے عمل سے اس کا اظہار کر کے اس کی تصدیق کر دی۔ بہر حال جب ان تینوں قسموں میں کوئی کامل ہو تو وہ کامل راست باز اور صادق سمجھا جائے گا۔ اللھم ارزقنا صدق الحدیث۔

باب التفسیر

جنت میں داخل ہونے کے میزان کا بیان

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما یعلم الله الذین جاهدوا منکم و یعلم الصابرین (۱۴۲)

ترجمہ:

(اے مسلمانو!) کیا تم کو یہ خیال ہے کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے (جانچ کر) معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں واقعی مجاہد کون ہیں؟ اور نہ ابھی یہ معلوم کیا ہے کہ صابر اور ثابت قدم کون ہیں؟ (۱۴۲)

جنت میں داخل ہونے کے میزان کا بیان

یہ آیت اور اس جیسی بہت سی آیات سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہیں کہ جنت میں داخل ہونے کیلئے صرف مسلمان یا مومن کہلانا اور صرف مسلمانوں کی فہرست میں نام درج کرانا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ نیک کام اور اچھے کردار کی بجا آوری بھی ضروری ہے اور انہی نیک کاموں میں سے ایک اہم نیک کام جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ جس پر نظام اسلام کے قیام اور اسکی بقا کا دارومدار ہے۔ اور جہاد میں بھی صرف شرکت کافی نہیں ہے جب تک اپنے صبر و ثبات اور کردار سے ثابت نہ کیا جائے کہ واقعی مجاہد کون ہے؟ ایک اور جگہ ارشاد قدرت ہے! ان الله اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون و یقتلون۔ (توبہ ۱۱۲) خداوند عالم نے اہل ایمان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے اس لئے وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔

''لیس باما نیکم و لا امانی اهل الکتاب''۔ اے مسلمانو! جنت صرف تمہاری خواہش یا اہل الکتاب کی خواہش پر نہیں ملے گی بلکہ عمل و کردار پر ملے گی۔

''ان الذین آمنوا و عملو الصلحت اولهک هم اصحاب الجنة هم فیها خلدون''

اس آیت مبارکہ میں جنگ احد سے فرار کرنے والوں پر طنز کیا گیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا کہ جب مسلمانوں کے سامنے جنگ بدر کے شھداء کے مدارج و مراتب کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ کاش اب کوئی ایسا معرکہ پیش آئے اور ہم بھی یہ مرتبہ حاصل کر سکیں مگر جب احد کا معرکہ پیش آیا تو معدودے چند چند آدمیوں کے سوا باقی سب راہ فرار اختیار کر گئے۔ (تفسیر قمی)

☆☆☆☆

باب الحدیث

مسلمانوں کے درمیان صلح وصفائی کرانے کی فضیلت

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

ارشاد قدرت ہے کہ انما المومنون اخوۃ کہ کوئی عرب ہو یا عجم کوئی گورا ہو یا کالا اور کوئی شاہ ہو یا گدا جب وہ کلمہ اسلام پڑھ لیتا ہے تو وہ اسلامی برادری کا رکن بن جاتا ہے اور ارشاد قدرت ہے کہ مطابق سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں مگر جب بھائی اکٹھے رہتے ہوں تو بعض اوقات بعض علل و اسباب کے تحت شکر رنجی کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے تو ارشاد قدرت ہے کہ ''فاصلحو بین اخویکم'' کہ جب کبھی ایسا موقع آ جائے تو دوسرے مسلمانوں کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ کمر ہمت باندھ کر آگے بڑھیں اور ان کے درمیان صلح وصفائی کروائیں اور ان کی شکر رنجی کا ازالہ کرادیں۔ اور اس بات کی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

۱۔ چنانچہ حضرت سے مروی ہے فرمایا ایک ایسا صدقہ ہے جسے خدا پسند فرماتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب لوگ بگڑنے لگیں تو انکی اصلاح کی جائے جب ایک دوسرے سے دور ہونے لگیں تو ان کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے (الکافی)

۲۔ نیز آپ سے مروی ہے فرمایا: اگر میں دو آدمیوں کے درمیان صلح کراؤں تو یہ بات مجھے راہ خدا میں دو دینار صدقہ سے افضل ہے۔ (ایضا)

۳۔ نیز آپ سے مروی ہے فرمایا کہ صلح کرانے والا کاذب (جھوٹا) نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے اس نیک کام کی انجام دہی میں کوئی خلاف واقعہ بات بھی کہنی پڑے تو وہ عند اللہ کاذب متصور نہیں ہوگا (ایضا) اسی بنا پر شیخ سعدی نے کہا تھا کہ '' دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز'' یعنی وہ جھوٹ جس سے آتش فتنہ بجھتی ہو اس سچ سے بہتر ہے جس سے فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہو (گلستان سعدی شیرازی) واللہ الموفق

باب المسائل

سوالات کے جوابات

برطابق فتوی آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

گذشتہ سے پیوستہ جناب عارف حسین نقوی آف ڈیرہ اسماعیل خان۔

سوال ۹۵: بنک میں پیسہ جمع کرادیا جاتا ہے اور بنک والے اپنے دستور کے مطابق جو نفع دیتے ہیں کیا وہ لینا جائز ہے یا سود کے زمرے میں آتا ہے؟ نیز قرض لینے پر جو رقم اضافی ادا کرتے اور ہیں وہ سودی لین دین ہوگا یا جائز؟

الجواب: باسمہ سبحانہ بنک اپنے شرکاء کار کو جو رقم دیتا ہے وہ چونکہ وہ از خود دیتا ہے لوگوں کو مزید رقم جمع کرانے کی ترغیب کیلئے دیتا ہے نیز اس کا کسی دوسرے کو ضرر و زیاں بھی نہیں ہوتا لہذا بلا اشکال اس کا لینا جائز ہے۔ ہاں البتہ قرضہ لینے پر بنک جو اضافی رقم لیتا ہے وہ یقیناً سود کے زمرہ میں داخل ہے اور اگر ناگزیر حالات میں ایسا قرضہ لینا پڑ جائے تو اس کے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ قرض لینے والا یہ قصد کرے کہ وہ جس قدر قرضہ لے رہا ہے اتنی ہی مقدار اسکے ذمہ واجب الاداء ہے اور جب اضافہ رقم ادا کرنے لگے تو یہ قصد کرے کہ وہ اس کا ذاتی پیسہ ہے جو بنک کو ھبہ کر رہا ہے۔ واللہ العالم

سوال ۹۶: حبیب بنک اگر اسماعیلی فرقہ نے لے لیا ہے تو کیا اس سے سودی لین دین جائز ہوگا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ حدیث میں وارد ہے لا ربا بین اهل ملتین۔ دو مختلف ملتوں کے درمیان سود نہیں ہے۔ بنابریں جائز ہوگا۔

سوال نمبر ۹۷: قرض دے کر سود لینا تو حرام ہے مگر قرض لے کر سود ادا کرنا بسبب ضرورت بھی حرام ہے؟ توضیح فرمائیں ہر ایک ضرورتمند کیا کرے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سوال کا جواب سوال نمبر ۹۵ کے جواب میں دے دیا ہے

سوال ۹۸: سود صرف وزن اور پیمانہ کی چیزوں میں ہے و بس وضاحت فرمائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ سود کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ قرضہ والا سود

۲۔ بیع و شراوالا سود

پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز ہی حرام ہے اور دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ حد صرف ناپی اور تولی جانے والی چیزوں میں ہے و بس تفصیل قوانین الشریعہ جلد ۲ میں مذکور ہے۔

سوال ۹۹: قربانی کے جانور کو مکہ کے علاوہ اطراف عرب میں ذبح کرنا بطور عید قربان مسلمانوں کا اور خصوصاً اہل بیت سے ثابت ہے حوالہ ارشاد فرمائیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ حجاج بیت اللہ پر بمقام منیٰ قربانی کرنا بالاتفاق واجب ہے اور دوسرے دیار و امصار کے اہل اسلام کیلئے قربانی کرنا صرف مستحب ہے اور یہ بات سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے

ارشادات سے ثابت ہے جو کہ وسائل الشیعہ اور مستدرک الوسائل میں موجود ہے۔اور پرویزیوں کے سوا اور کوئی اسلامی فرقہ اس کا منکر بھی نہیں ہے۔

سوال ۱۰۰: شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے اور اگر شکار مر جائے تو کیا وہ حلال ہوگا۔

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں جب سدھائے ہوئے شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھکر شکار پر چھوڑا جائے تو اگر شکار کرنے والا زندہ جانور پر پہنچ جائے تو اس کا ذبح کرنا واجب ہے اور اگر اسکے پہنچنے سے پہلے شکار مر جائے تو باتفاق فریقین وہ جانور حلال متصور ہوگا۔

سوال ۱۰۱: حرام جانور پر تکبیر کہی جاسکتی ہے جبکہ وہ سخت تکلیف اٹھا رہا ہو؟

الجواب: باسمہ سبحانہ کتے اور سور کے علاوہ باقی وہ حرام جانور جن کا گوشت کھانا تو حرام ہے مگر ان کا جسم پاک ہے۔ جیسے شیر، چیتا اور گیدڑ و بلی وغیرہ تو ان پر تکبیر پڑھی جاسکتی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک تو وہ جانور اذیت سے نجات پا جائینگے اور دوسرا اس کا چمڑا استعمال کیا جاسکے گا۔

سوال نمبر ۱۰۲: سور کو پکڑ کر یا گھیر کر کتوں سے مروانا اور اسے ذلیل کر کے لذت حاصل کرنا کیا شرعاً جائز ہے۔؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جو چیز اذیت پہنچائے جیسے سانپ بچھو اور سور وغیرہ کو مارنا تو جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ "اقتل الموذی قبل الایذاء" موذی کو اسکی اذیت رسانی سے پہلے قتل کر دو (الوسائل) مگر سور وغیرہ کو اس طرح اذیت پہنچانا جس طرح سوال میں مذکور ہے اور پھر اس سے لطف حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سوال ۱۰۳: قسم کب شمار ہوتی ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو اس کا پورا کرنا چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے اول یہ کہ وہ کام جس کے کرنے کی قسم کھائی جائے وہ کام شرعاً جائز ہو۔ اور جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی جائے وہ شرعاً ناجائز ہو۔ دوم قسم جائز طریقہ پر کھائی جائے یعنی خداوند عالم کے کسی ذاتی یا صفاتی نام کی کھائی جائے سیوم یہ ہے کہ بقائمی ہوش و حواس کھائی جائے اور چہارم یہ کہ بلا جبر واکراہ کھائی جائے۔

سوال نمبر ۱۰۴: اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے سرکار محمد و آل محمد علیہ السلام کو وسیلہ دینا اس طرح واجب و لازم ہے کہ اسکے بغیر دعا مانگنا جائز نہیں ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ خداوند عالم کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کئے بغیر دعا مانگنا جائز ہے۔ ہاں البتہ قبولیت دعا کی خاطر اور ناراض خدا کو راضی کرنے کی خاطر ان ذوات مقدسہ کا وسیلہ پیش کرنا احسن و اولیٰ اور مستحب ہے بہر حال واجب نہیں ہے۔ (واللہ العالم)

سوال ۱۰۵: اول و آخر درود نہ پڑھنے سے دعا معلق رہتی ہے کیا وسیلہ کو واجب قرار دیتا ہے؟

الجوب: باسمہ سبحانہ اس سے بھی وسیلہ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔

سوالات جناب نور حسین کاظمی آف سیالکوٹ

سوال ۱: قرآن میں یہ بھی بیان ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ رشتے ناتے جائز ہیں مگر قرآن مجید میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں اور ان سے اچھائی کو توقع نہ رکھی جائے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے جواز و عدم جواز میں شدید اختلاف ہے اور جو قول علماء شیعہ میں مشہور و منصور ہے وہ حرمتِ نکاح ہے اور اس طرح ان کے دشمنِ اسلام اور مسلمین کی وجہ سے ان سے قلبی محبت اور دوستی جائز نہیں ہے لہذا ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے ارشاد قدرت ہے "و لا تمسکو معھم الکوافر" یعنی کافر عورتوں کے دامن کو مس نہ کرو۔ نیز ارشاد ہوتا ہے "ولا تنکحو المشرکات حتی یومن" (البقرہ) اہل کتاب کی عورتیں جب تک اسلام نہ لائیں تب تک ان سے نکاح نہ کرو۔ بنابریں آپ کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل کتاب سے رشتے ناطے جائز ہیں؟

سوال ۲: "حجۃ الاسلام"، "مجتہد"، اور آیت اللہ سب اسناد کہاں سے جاری ہوتی ہیں یا یہ القاب کسی اور طریقہ سے عطا ہوتے ہیں یا اختیار کئے جاتے ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: یہ القاب مرکز علم و عمل نجف اشرف (عراق) یا قم مقدسہ (ایران) وغیرہ سے دیے جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص علم و فضل کے اس مرتبہ پر فائز ہو کہ جو دلائل و براہین سے اسلام کی صداقت ثابت کر سکے۔ اسے حجۃ الاسلام کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص قرآن و سنت سے پیش آمدہ نئے نئے مسائل و مشکلات کے احکام کو استنباط کر سکے۔ اسے مجتہد کی سند دی جاتی ہے اور ایسے ہی شخص کو آیت اللہ کہا جاتا ہے ہاں البتہ جس طرح دنیاوی کالجوں اور سکولوں کی حقیقی اسناد ہوتی ہیں بی۔ اے، ایم۔ اے اور وکالت ڈاکٹری کی سند۔ مگر کچھ لوگ جعلی اسناد کی بنا پر ڈاکٹر یا وکیل ہونے کے دعوے کرتے ہیں۔ اسی طرح دینی معاملہ میں بھی کچھ لوگ از خود یہ القاب اپنے لئے منتخب کر لیتے ہیں یا نا اہل لوگوں کو ان القاب سے نواز دیتے ہیں مگر وہ ان القاب کے اہل نہیں ہوتے۔ مگر یہاں کوئی محاسبہ کرنے والا نہیں ہے۔

بچوں کا صفحہ

پیارے بچو! ماہنامہ دقائق اسلام میں بچوں کے لیئے چند صفحات مخصوص کیئے جا رہے ہیں۔ جن میں نونہالانِ ملتِ جعفریہ کے لیئے اسلام کی آسان الفاظ میں تشریح اصول و فروع اور اخلاقیات وغیرہ پر مبنی مختصر اسوال و جواب کے انداز سے سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس میں پیارے پیارے بچے اور بچیاں اپنے سوالات بھیج سکتے ہیں۔ ان کے سوالوں کے جواب بمع سوال اور سوال بھیجنے والے کا نام اور پتہ کے ساتھ جوابات شائع کئے جائیں گے اور بچوں کی طرف سے بھیجی گئی سبق آموز کہانیاں نظمیں اور مضامین جو کہ مختصر اور سادہ الفاظ میں ہوں وہ چیک کرنے کے بعد شائع کیئے جائیں گے۔ اس لیئے تمام نونہالانِ قوم جن کی عمر دس سال سے کم ہو۔ اپنے سوالات۔ نظمیں۔ مضامین۔ کہانیاں وغیرہ درج ذیل پتہ پر ارسال کریں ان کو ترتیب دے کر شائع کیا جائے گا۔

انچارج پروگرام بچوں کا صفحہ
ڈاکٹر افتخار احمد اعوان
دفتر دقائق اسلام جامعہ سلطان المدارس
زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودہا
فون نمبر 0346-8621655

باب المتفرقات

بہلول دانا۔۔۔ایک حکایت

از علیہ بتول کلاس پنجم

بہلول ہارون کے محل کی طرف جارہا تھا۔ اس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ دوش پر گدڑی تھی اور ہاتھ میں عصا۔ دربان کو معلوم تھا کہ وہ ہارون کا رشتہ دار ہے اور اسے ہارون نے طلب کیا ہے۔ اسی لیے اس نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

وہ اپنی پھٹی ہوئی جوتیاں چٹخاتا۔ بڑی بے تکلفی سے اندر داخل ہوگیا۔ وہ راہداری میں سے گزرتا ہوا۔ دیوان خاص میں پہنچا۔ دیکھا کہ نہ کوئی نگہبان ہے۔ نہ پہریدار۔ وزیروں امیروں کی کرسیاں بھی خالی پڑی ہیں۔ شاید ابھی دربار آراستہ نہیں ہوا تھا۔ وہ قیمتی قالین کو روندتا۔ بادشاہ کی مسند تک جا پہنچا۔ اور نرے سے اس پر براجمان ہوگیا۔ ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند لمحے بھی نہیں ہوئے تھے کہ دربار کے پہرے دار دوڑتے ہوئے آئے۔ انہیں اطلاع ملی تھیں کہ ہارون اسی طرف آرہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے کہ بادشاہ کی زریں مسند پر بہلول پھٹے جالوں بیٹھا ہے۔ انہیں پنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ بدحواس میں آگے بڑھے۔ ایک نے بہلول کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ دوسرے نے کوڑا بہلول کی پشت پر سید کیا۔۔۔!

''او دیوانے۔۔۔! تیری یہ جرأت کہ تو بادشاہ کی مسند پر بیٹھے۔ تڑنیچے''۔ ''ہائے۔۔۔!! بہلول نے تڑپ کر نعرہ مارا۔'' ''ہائے۔ ہائے۔ اُف۔۔۔!! وہ دہائی دینے لگا۔'' منہ بند کرو۔۔ شور مت مچاؤ۔ اترو بادشاہ کی مسند پر سے اترو''۔۔!! پہرے دار نے اُس کی پشت پر مسلسل کوڑے برساتے ہوئے درشتی سے کہا۔

دوسرے نے زور لگایا اور بہلول کو مسند پر سے کھینچ کر فرش پر گرادیا۔ بہلول سر پیٹنے لگا۔۔ ''ہائے افسوس۔ صد افسوس۔!! آہ۔! آہ۔!! اُف۔! اُف''۔!!! وہ بلند آواز میں مسلسل روتا جارہا تھا۔ پہرے داروں کی جان پہ بنی تھی۔ لیکن وہ کسی طرح خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

اس وقت ہارون کی آمد کی اطلاع نقیبوں نے دی اور چند لمحوں بعد وہ دیوان خاص میں داخل ہوا۔ اس نے بہلول کو اس طرح روتے چلاتے اور فریاد کرتے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بہلول کو فرش پر سے اٹھانا چاہا۔ لیکن وہ نہیں اٹھا اور اسی طرح روتے ہوئے۔ افسوس۔! افسوس۔!!! اور ہائے ہائے پکارتا رہا۔ ''یہ سب کیا ہو رہا ہے''؟ ہارون نے ڈانٹ کر پوچھا۔

''عالی جاہ۔! یہ دیوانہ حضور کی مسند پر جا بیٹھا تھا اور اترنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس لیے ہمیں تھوڑی سی سختی کرنی پڑی۔''

پہرے داروں نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔ ''ہائے۔ یہ تھوڑی سی سختی تھی۔ ارے ظالمو۔! تم نے تو کوڑوں سے میری پشت ادھیر

کر رکھ دی ہے۔ ہائے افسوس۔۔اُف۔اُف۔!! بہلول نے فریاد کرتے ہوئے انہیں ٹوکا۔ ہارون نے نگاہ عتاب ان پر ڈالی۔ ''تم لوگ دیکھتے نہیں کہ یہ دیوانہ ہے''۔

پہرے دار آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ ہارون نے بہلول کی دلجوئی کرتے ہوئے اسے فرش سے اٹھایا اور تسلی دی لیکن وہ مسلسل روتا جا رہا تھا۔ ہارون نے بڑی تشویش سے پوچھا۔ ''بہلول۔اس طرح کیوں رو رہے ہو۔کیا تمھیں بہت تکلیف پہنچی ہے۔لیکن میں اپنے حال پر نہیں۔تمہارے حال پر رو رہا ہوں۔ ہائے افسوس۔ ہائے افسوس۔۔!!! بہلول نے تاسف سے کہا ''میرے حال پر''۔ ہارون کو تعجب ہوا۔ ہاں تمھارے حال پر افسوس ہارون۔تجھ پر کیا گزرتا ہوگا۔ میں تو تیری مسند پر صرف چند لمحے ہی بیٹھا ہوں۔تو اتنی مار کھائی کہ ساری پشت چھلنی ہوگئی اور تو نہ جانے کب سے اس مسند پر بیٹھ رہا ہے۔اف۔ تجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں۔ ہارون لمحے بھر کو کانپ گیا۔لیکن اس نے یونہی ظاہر کیا۔ جیسے اس کی بات نہیں سمجھا اور بہلول سے بولا۔''تم میرے حال پر افسوس کرتے ہو اور میں تمھارے حال پر۔تم اچھے بھلے تو تھے۔ پھر تمھیں نہ جانے کیا ہوا ہے۔ جو یوں دیوانے بنے پھرتے ہو''

بہلول مسکرایا۔''تم جانتے ہو کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت عقل ہے۔

دیکھو بچو بہلول نے کس طرح ایک ظالم بادشاہ کو اتنا بڑا مسئلہ اچھے طریقہ سے سمجھا دیا۔

☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر ۱۶

حضرت امام حسن عسکریؑ کے اقوال زریں: حضرت نے فرمایا: جدال ونزاع نہ کرو۔ ورنہ تمہاری خوابی اور حسن جاتا رہے گا اور مزاح وتمسخر نہ اڑاؤ ورنہ تم پر جرأت کی جائے گی۔اور لوگ تم پر دلیر ہوجائیں گے۔

فرمایا زیادہ پارسا اور باورع شخص وہ ہے۔ جو شبہ کے موقع پر توقف کرے۔اور سب لوگوں میں سے زیادہ عابد وہ ہے جو فرائض وواجبات کو ادا کرے۔ اور لوگوں میں زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے اور تمام لوگوں کی نسبت کوشش اور مشقت اس کی زیادہ ہے۔ جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

۱ فرمایا: تواضع میں سے ایک یہ ہے۔ کہ جس شخص کے پاس سے گزرو اس کو سلام کرو۔

فرمایا: وہ روزی کہ جس کی ضمانت خداوند کریم نے لی ہے۔وہ تجھے اس عمل سے محروم نہ رکھے کہ جو تجھ پر واجب ہے۔

فرمایا: ادب سے بعید ہے کہ خوشحالی کا اظہار اس کے لیئے کیا جائے جو محزون اور غمناک ہو۔

جاہل کو رام و مطیع کرنا اور صاحب عبادت کو اس کی عادت سے پھیرنا معجزہ کی طرح ہے۔

شہادت امام حسن عسکری علیہ السلام:

سند معتبر کے ساتھ محمد بن حسین نے روایت کی ہے حضرت امام حسن عسکری نے جمعہ کے دن آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو نماز صبح کے وقت دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی مدت امامت تقریباً چھ سال ہے۔اور وقت وفات عمر مبارک انتیس سال تھی۔ سامرہ میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ معتصم عباسی نے زہر دی تھی۔

باب المتفرقات

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

از ڈاکٹر ملک افتخار احمد اعوان سرگودہا

امام یازدہم

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

ابتدائیہ: کافی سوچ و بچار اور غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ کہ اُن موضوعات پر زور قلم صرف کیا جائے۔ جن موضوعات پر من حیث القوم ہم لوگ توجہ ہی نہیں دیتے۔ اپنے بارہ آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے سوائے چند آئمہ کے۔ ہمیں دیگر آئمہ کے بارے نہ معلومات ہیں نہ ہی حالات کا علم۔ نہ ہمارے مقررین بیان کرتے ہیں۔ نہ ہی مصنفین و ادباء تحریر میں لاتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت ہے۔ کہ ہمیں اپنے دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کے بارے بھی مکمل معلومات ہونی چاہئیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کیا کیا مظالم برداشت کئے۔ کس طرح دین حق اور مذہب جعفریہ کی آبیاری کی۔ تو اس سلسلہ میں آج سبط سید البشر والد امام منتظر امام حسن عسکری علیہ السلام کی ذات اقدس کا تعارف اور کچھ حالات لکھے جائیں گے۔

تعارف: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام شعبان جہان اور ملت جعفریہ کے گیارہویں امام ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام علی نقوی ہیں۔ اور آپ ہمارے بارہویں امام حضرت حجۃ القائم عجل اللہ فرجہ شریف کے والد ماجد ہیں۔ آپ کا اسم گرامی حسن اور کنیت ابو محمد ہے مشہور القاب زکی اور عسکری ہیں۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت کے متعلق مختلف اقوال ہیں مشہور قول دس ربیع الثانی پیر کے دن ۲۳۲ ھ کے دن مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (احسن المقال)

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حدیث اور ایک قول کے مطابق سلسل تھا انہیں جدہ کہتے تھے۔ وہ اپنے علاقہ کی شہزادی تھیں۔ حضرت امام حسن عسکری کی شہادت کے بعد شیعیان علی کی پناہ گاہ تھیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے حالات اور اعلیٰ اخلاق کا تذکرہ:

حضرت امام حسن عسکری کی زندگی کا زیادہ تر حصہ قید میں گزرا شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ بنی عباس صالح بن وصف کے ہاں گئے۔ جب کہ اس نے امام حسن عسکری کو قید کر رکھا تھا۔ بنی عباس نے کہا کہ امام حسن عسکری پر تنگی اور سختی کرو۔ صالح کہنے لگا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے اسے دو ایسے افراد کے سپرد کیا جو بدترین اشخاص مل سکے۔ ایک کا نام علی بن یارمش ہے۔ اور دوسرے کا نام اقامش۔ لیکن سیرت امام کا اثر ہے کہ وہ دونوں صاحب نماز و روزہ ہو چکے ہیں۔ اور وہ عبادت کے عظیم مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ ان دونوں افراد کو لایا جائے تو اس نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگا وائے ہو تم پر تمہارا اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ ان دونوں نے جواب دیا۔ کہ ہم اس شخص کے بارے

کیا بتائیں۔ جودن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو صبح تک عبادت خدا میں مشغول رہتا ہے۔ جو کسی سے بات نہیں کرتا اور عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا۔ اور جس وقت ہم پر نظر کرتا ہے تو ہمارے جسم اس طرح کانپتے ہیں۔ کہ گویا ہم اپنے نفس کے مالک نہیں۔ اور اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ جب بنی عباس نے یہ سنا تو انتہائی ذلت اور بدترین حالت میں اس کے پاس سے چلے گئے۔ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؑ کا بیشتر حصہ زندگی قید میں گزرا۔ اور آپؑ لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

حضرتؑ کا طریقہ تبلیغ: بنی عباس نے آپ کے لیئے قافیہ زندگی بہت زیادہ تنگ کر رکھا تھا۔ چونکہ ان کو علم تھا۔ کہ حضرت حجت القائم علیہ السلام اسی بزرگوار کی صلب سے ہوں گے۔ لہٰذا انہوں نے بہت زیادہ سختی سے کام لیا۔ نگرانی بہت سخت رکھی۔ لیکن اس کے باوجود حق اپنا کام کرتا ہے۔ چاہے باطل جتنا ظلم کرے۔

روایت میں ہے۔ کہ اسحاق کندی جو کہ عراق کا بہت بڑا فیلسوف تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں ایک کتاب بنام تناقص فی القرآن لکھنا شروع کر دی یعنی ''قرآن میں نقائص''۔ خود کو اس کی تحریر میں اتنا مشغول کیا کہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اپنے گھر میں رہتا۔ اور ہمیشہ اسی کام میں لگا رہتا۔ یہاں تک کہ اس کا ایک شاگرد امام حسن عسکری علیہ السلام تک پہنچا اور حالات سے آگاہ کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا تمہارے اندر کوئی ایسا شخص شاگرد نہیں جو اس کو اس کام سے روکے۔ وہ شاگرد کہنے لگا کہ ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر میں تمہیں طریقہ بتاؤں تو اس پر عمل کرو گے۔ اس نے حامی بھر لی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُس کے پاس جاؤ۔ اس سے انس پیدا کرو۔ اس کی خاطر مدارت کرو۔ اور اپنے آپ کو اس کے بہت قریب کرو تاکہ وہ تمہارے اوپر اعتماد کرنے لگ جائے۔ اس وقت اس سے کہنا کہ ایک مسئلہ میری نظر میں آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے دریافت کروں۔ پھر اس سے کہنا کہ اگر تیرے پاس کوئی آئے اور قرآن کے متعلق گفتگو اور بحث کرے۔ اور کہے کہ کیا یہ جائز و ممکن ہے۔ کہ خداوند عالم نے اس کلام سے جو قرآن میں ہے۔ اس معنی کے علاوہ کوئی اور مطلب مراد لیا ہو جو تو نے گمان کیا ہے۔ وہ جواب میں کہے گا ہاں ممکن ہے۔ کیونکہ وہ پڑھا لکھا شخص ہے۔ وہ بات کو سنتا ہے۔ اور سمجھتا بھی ہے۔ پس جب وہ ہاں کہے۔ تو تم کہنا کہ شاید خداوند عالم نے قرآن میں اس معنی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لیئے ہوں جو معنی تو نے مراد لیئے ہیں۔ تو پھر کہنا کہ اگر یہ مطلب مراد نہیں جو تو نے لیا ہے۔ تو پھر یہ تناقص فی القرآن لکھنا صرف وقت کا ضیاع نہیں تو اور کیا ہے۔ لہٰذا وہ شخص کندی کے پاس آیا۔ اس سے موانست پیدا کی۔ پھر وہ مسئلہ اٹھایا کندی فوراً چونکا۔ اور کہا کہ یہ مسئلہ دوبارہ بیان کرو۔ جب اس نے دوبارہ بیان کیا تو کافی غور و خوض کے بعد بولا ہاں یہ ممکن اور جائز ہے کہ اللہ کے نزدیک اور مطلب ہو لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سوچ میں غرق ہو گیا۔ اور کہا کہ یہ مسئلہ تیرے دماغ میں کیسے آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے خود ہی پوچھا ہے۔ کندی کہنے لگا نہیں ابھی تو اس مقام پر نہیں پہنچا میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں میں سچ بتا یہ مسئلہ تجھے کس نے تعلیم دیا ہے۔ آخر اس نے کندی کو بتایا کہ مجھے امام حسن عسکریؑ نے یہ مسئلہ تعلیم فرمایا ہے کندی کہنے لگا۔ کہ ایسے مسائل صرف یہی خانوادہ ہی تعلیم دے سکتا ہے پھر آگ منگوائی اور پورا مواد جواب تک لکھ چکا تھا۔ آگ میں ڈال کر جلا دیا۔

معجزات امام حسن عسکریؑ: امام حسن عسکریؑ کے معجزات کا شمار تو ناممکن ہے لیکن چند ایک کا ذکر کتب میں ملتا ہے۔ ان میں سے جلائے قلوب مومنین کیلئے پیش کیئے جاتے ہیں۔ قطب راوندی نے جعفر بن شریف جرجانی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں حج پر گیا۔ حج سے واپسی پر میں سامرہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ میرے پاس کچھ مال بھی تھا جو شیعوں نے مجھے دیا تھا۔ تا کہ وہ خدمت امام میں پہنچاؤں۔ میں نے ارادہ کیا کہ حضرت سے پوچھوں کہ یہ مال میں کس کو دوں تو میرے بات کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ میرے خادم کو مال دے دو۔ پھر میں نے عرض کیا کہ جرجان کے شیعوں نے آپ کو سلام کہا ہے۔ آپ نے فرمایا آج سے لے کر ایک سو ستر دن کے بعد تم واپس جرجان جاؤ گے۔ جمعہ کے دن تین ربیع الثانی دن کے پہلے وقت داخل شہر ہو گے۔ تو لوگوں کو بتانا کہ میں اسی دن کے آخر میں جرجان میں آؤں گا۔ خدا تمہیں اور تیرے ساتھیوں کو سلامتی سے پہنچائے گا۔ تمہارے بیٹے شریف کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اس کا نام صابت بن شریف رکھنا وہ ہمارے اولیاء میں سے ہوگا۔ راوی کہتا ہے۔ میں حج سے فارغ ہو کر تین ربیع الثانی جرجان پہنچا۔ جس طرح حضرت نے خبر دی تھی۔ لوگ میرے پاس مبارک باد کے لئے آئے میں نے ان سے کہا کہ آج کے دن حضرت تشریف لائیں گے۔ پس جمع ہو جاؤ اور حضرت سے اپنے سوالات و حاجات کے سوال کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

پس تمام شیعہ حضرات ظہر و عصر کی نماز سے فارغ ہو کر میرے مکان پر جمع ہو گئے پس خدا کی قسم ہم ملتفت نہ ہوئے تھے۔ مگر ہم نے دیکھا کہ اچانک حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہم میں آموجود ہوئے۔ آپ نے آتے ہی ہم کو سلام کیا۔ ہم نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن شریف سے کہا تھا کہ میں اس دن کے آخر میں تمہارے پاس آؤں گا لہذا میں نے ظہر و عصر کی نماز سامرہ میں پڑھی اور تمہارے پاس آگیا ہوں۔ تا کہ تم سے تجدید عہد کروں۔ پس اپنے سوالات اور حاجتیں جمع کرو۔ لہذا تمام کام مکمل کر کے حضرت اسی دن واپس چلے گئے۔

اسماعیل بن محمد سے روایت ہے وہ کہتا کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے راستہ پر بیٹھ گیا۔ جب آپ میرے قریب سے گزرے۔ تو میں نے حضرت سے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور میں نے قسم کھائی کہ ایک درہم سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے۔ اور نہ صبح کا کھانا ہے نہ شام کا کھانا ہے۔

حضرت نے فرمایا جھوٹی قسم کھا رہے ہو حالانکہ تم نے دو سو اشرفیاں دفن کر رکھے ہیں اور میں یہ بات اس لیئے نہیں کہہ رہا تا کہ تمہیں کچھ نہ دوں۔ پھر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جو کچھ مال تمہارے پاس ہے۔ اسے دے دو۔ آپ کے غلام نے مجھے سو اشرفیاں دے دیں۔ پھر حضرت نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تو اس دفن شدہ رقم سے اس وقت محروم ہوگا کہ جس وقت تو تمام اوقات کی نسبت اس کا زیادہ محتاج ہوگا۔ یعنی تجھے سخت ضرورت ہوگی راوی کہتا ہے کہ حضرت کا ارشاد صحیح نکلا۔ جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ میں نے دو سو اشرفی چھپا کر رکھی تھی۔ کہ مشکل وقت میں کام آئے۔ پس جب مجھے سخت ضرورت پیش آئی۔ میں اس دفینہ کے پاس گیا۔ اوپر سے مٹی ہٹائی کہ وہ رقم نکالوں۔ میں نے دیکھا تو وہ رقم وہاں موجود نہ تھی میرے بیٹے کو اس کا علم ہو گیا تھا۔ وہ اس رقم کو نکال کر بھاگ گیا تھا۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

مناجات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام

موسسہ قرآن و عترت علیہم السلام

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن مال اور اولاد کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے مگر (اُس شخص کو) جو (گناہوں سے) پاک دل کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن ظالم (شخص حسرت اور افسوس کے مارے) (اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا (اور) کہے گا "اے کاش! میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ہی راستہ اختیار کیا ہوتا"۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن گناہ گار لوگ اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے پس اُس وقت ان کی پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ کے (جہنم میں ڈال دیئے) جائیں گے۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔ یقیناً اللہ کا وعدہ (قیامت) حق ہے۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن ظالموں کی عذرخواہی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اور انہی کیلئے (اللہ کی) لعنت ہے اور اُنہی کیلئے بُرا ٹھکانہ ہے۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے حق میں (کسی کام کے انجام دینے پر) قدرت نہیں رکھے گا اور اُس دن تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن انسان اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اپنی ماں اور باپ سے بھی، اپنی بیوی اور اولاد سے بھی، اُس دن ان میں سے ہر ایک کی ایک خاص کیفیت ہوگی جو اُسے (مکمل طور پر) اپنے آپ میں مشغول رکھے گی۔

☆ بارالہا! میں تجھ سے امان مانگتا ہوں کہ جس دن گناہ گار چاہے گا اُس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنی اولاد کو فدیہ میں دیدے، اپنی بیوی اور بھائی کو بھی، اپنے اُس قبیلہ کو بھی جو ہمیشہ اُس کی حمایت کرتا تھا، روئے زمین کے تمام لوگوں کو بھی تاکہ وہ اس کی نجات کا سبب بن جائیں لیکن ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ آگ کے شعلے ہوں گے جو ہاتھ پاؤں اور سر کے چمڑے کو اُدھیڑ دیں گے۔

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو میرا آقا ہے اور میں تیرا بندہ۔ تو کیا بندے پر آقا کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو مالک ہے اور میں تیرا مملوک، تو کیا مملوک پر مالک کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو بڑی عزت والا ہے اور میں کمزور۔ تو کیا کمزور پر صاحب عزت کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، تو خالق ہے اور میں مخلوق۔ تو کیا مخلوق پر خالق کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا تو عظیم ہے اور میں ناچیز۔ تو کیا ناچیز پر عظیم کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو طاقتور ہے اور میں ناتواں۔ تو کیا ناتواں پر طاقتور کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو بے نیاز ہے اور میں محتاج۔ تو کیا محتاج پر بے نیاز کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل۔ تو کیا سائل پر عطا کرنے والے کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو زندہ ہے اور میں مردہ۔ تو کیا مردے پر زندہ کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تجھے بقا ہے اور میں فانی۔ تو کیا فانی پر باقی کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو رازق ہے اور میں روزی پانے والا۔ تو کیا روزی پانے والے پر رازق کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو سخی ہے اور میں تنگ دل۔ تو کیا تنگ دل پر سخی کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! اے میرے آقا! تو عافیت دینے والا ہے اور میں گرفتار بلا۔ تو کیا گرفتار بلا پر عافیت دینے والے کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو بڑا ہے اور میں چھوٹا۔ تو کیا چھوٹے پر بڑے کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو رحمان ہے اور میں رحم پانے والا۔ تو کیا رحم پانے والے پر رحمان کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو باقتدار ہے اور میں مصیبت زدہ۔ تو کیا مصیبت زدہ پر باقتدار کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو رہنما ہے اور میں سرگرداں۔ تو کیا سرگرداں پر رہنما کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو بخشنے والا ہے اور میں گنہگار۔ تو کیا گناہگار پر بخشنے والے کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو غالب ہے اور میں مغلوب۔ تو کیا مغلوب پر غالب کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو پالنہار ہے اور میں پرورش پانے والا۔ تو کیا پرورش پانے والے پر پالنہار کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! تو بڑائی والا ہے اور میں سرنگوں۔ تو کیا سرنگوں پر بڑائی والے کے سوا کوئی رحم کرتا ہے؟

☆ اے میرے مولا، اے میرے آقا! اپنی رحمت کے صدقے میں تو مجھ پر رحم فرما! اے جود واحسان بخشش اور انعام کے مالک! اپنے جود و کرم اور فضل کے صدقے میں مجھ سے راضی ہو جا! اے ارحم الراحمین تجھے اپنی رحمت کا واسطہ۔

☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

لمحہ فکریہ

ازممتاز حسین نقوی سیالکوٹ

دنیا کی گمراہی کی بہت سے صورتیں ہیں لیکن جب ان کا تجزیہ کیا جائے تو دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں ایک وہ صورت جب حق بالکل انسان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے اور لوگ باطل کے اسقدر حامی ہو جائیں کہ انہیں حق دکھاتی ہی نہ دے اگر کوئی نشاندہی کرے بھی تو اسے انتہائی ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ سے یاد کیا جائے۔ بلکہ باطل نواز افراد کے نزدیک قابل گردن زدنی قرار پاتے۔ دوسرے صورت وہ ہے جب حق اور باطل کا خیال تو رہے (باوجود حق اور باطل میں آمیزش کے) حق اور باطل سچ اور جھوٹ میں تمیز نہ کرسکیں بلکہ باطل یا جھوٹ کے ہی پرستار ہوں جیساکہ زمانہ ہو رہا ہے کہ حق کونسا اور کدھر ہے باطل کونسا ہے اور کدھر ہے۔ جب تک دنیا کی حالت پہلی صورت حق یا سچائی سے دوری اختیار کر کے باطل و جھوٹ کو ہی حق سمجھیں تو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو ڈرانے اور حق سے روشناس کرانے کے لئے اپنے نمائندے انبیاء علیہم السلام بھیجتا ہے تاکہ انسانوں کو راہ راست پر لائیں اور حق سے روشناس کرانے کے لئے اپنے نمائندے انبیاء علیہم السلام بھیجتا ہے تاکہ انسانوں کو راہ راست پر لائیں اور حق سے رشناس کرائیں ان الٰہی نمائندگان نے کماحقہ بذریعہ تبلیغ لوگوں کو حق کی دعوت دی ان مقدس ومحترم ہستیوں میں رسول خداؐ سب سے آخر تشریف لائے اور خدا کا پیغام پہنچایا باطل کے مقابلے میں حق کا سکہ جمایا آپ کی تبلیغ وتعلیم سے خدائے واحدہ لاشریک کا تصور ہمیشہ کے لئے قائم ہوگیا بت پرستی سے اکثر لوگ کنارہ کش ہوگئے۔ حتی کہ جنھوں اسلام قبول نہ کیا وہ بھی کسی نہ کسی خدا کو مانتے ضرور ہیں۔ عیسائی باوجود تثلیث پرستی کے خدا کو واحد ہی مانتے ہیں کہ دنیا کا خالق و مالک ایک ہی ہے اسی طرح باوجود صنم پرستی کے ہندو بھی اللہ کو واحد مانتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ پیغمبر علیہ السلام پر ختم ہوگیا جو کہ انسانی فطرت میں فسق و فجور اور انحراف موجود ہے اس لئے انسان کا گمراہ ہونا ضروری ہے اور حق اور باطل میں معرکہ آرائی بھی ضروری ہے۔ لہٰذا حق کو باطل سے سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کر کے دکھانے کے لئے ہادیوں کی ضرورت ہے جن کو امام کہتے ہی یہی حقیقی جانشین پیغمبر اسلام ہیں۔ نبوّت کے بعد امامت کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ گمراہی کا خطرہ قیامت تک ہے اس لئے امامت یا ہادیوں کا بھی سلسلہ قیامت تک رہنا ضروری ہے۔ یہ اعزاز صرف اور صرف قوم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کو ہی ہے اس میں فرقہ شیخیہ ضالہ شامل نہیں کیونکہ یہ فرقہ عند المراجع عظام ضال ومضل ہے) کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

درود زندہ ہے سلام زندہ ہے
خدا کے بعد محمد کا نام زندہ ہے

کسی کے پاس تو مردہ بھی نہیں باقی
ہمیں ہے ناز کہ ہمارا امام زندہ ہے

غیبت کبریٰ کے بعد حسب فرمان امام آخر زمان علیہ السلام سلسلہ مرجعیت شروع ہوا جسے مجتہد کہتے ہیں ان کا یہی وظیفہ ہے جو معاملات دین و دنیا میں امام کا تھا ان کو رد کرنے والا امام کو رد کرنے والا اور امام کو رد کرنے والا خدا کو رد کرنے والا ہے جو شرک ہے اسی لئے ہر بالغ و عاقل شیعہ پر تقلید واجب ہے۔ انسانی زندگی دو طاقتوں کی کشمکش کا نام ہے۔ ایک حق دوسری باطل یا صدق و کذب خیر و شر۔ توحید و شرک و کفر جسے عدل و ظلم کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔ اگر قوم میں علم ہو جہالت نہ ہو۔ سوچنے سمجھنے کی اہلیت ہو صدق اور کذب میں تمیز ہو تو پھر سچائی و حق کا بول بالا ہوگا اور اگر برعکس قوم علم سے بے بہرہ سوچنے سمجھنے کی طاقت سے بیگانہ ہوگی تو پھر جھوٹ فریب اور بے دینی کا بول بالا ہوگا۔ حق و حقیقت پس منظر میں چلا جائے گا۔ پھر کیا ہوگا اغراض کے بندے اس جہالت و نجالت سے بھر پور فائدہ اٹھائیں گے جیسا کہ ہو رہا ہے ایک انگریز کا قول ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ نظر آئے اس مقولے پر مقدور بھر عمل ہو رہا ہے۔ عام جگہوں پر نہیں بلکہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اگر یہ پریکٹس تھیٹر وغیرہ میں ہوتا تو قابل برداشت تھا کیونکہ اسکا تعلق دین سے نہ ہوتا لیکن ستم بالائے ستم اور ظلم بالائے ظلم تو یہ ہے کہ یہ حربہ منبر پر آزمایا جارہا ہے۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ جھوٹ کے ذریعے جھوٹے ذکار اپنے اس غیر شرعی فعل سے مفاد دنیا حاصل کر رہے ہیں لیکن سامعین جو بلا سوچے سمجھے نعرے لگاتے ہیں انہیں اک دروغ بیانی سے کیا حاصل ہو رہا ہے پھر بانیان پھولے نہیں سماتے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر فخریہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروگرام بہت کامیاب رہا کیونکہ پیسے جو ہزاروں بلکہ لاکھوں میں دئے ہیں۔ اتنی ذہنی پستی ہے کہ یہ سوچ نہیں سکتے کہ یہ فنکار کیا کہہ رہا ہے کہیں اس سے توہین اہلبیت علیہم السلام تو نہیں ہو رہی جس کا وبال یا گناہ ہر سہ فریق پر ہے بانیان پھولے نہیں سماتے انہیں خود ساختہ جھوٹے منبر پر توہین اہلبیت علیہم السلام کے مصائب پر رونے کی بجائے اپنی قسمت اور عقل پر رونا چاہیئے۔ مذہب میں بگاڑ نو دولتیوں کی وجہ سے پیدا ہوا اور ہو رہی ہے۔ جیسا سٹیج کا ذکار ویسے بانیان و سامعین جیسی روح ویسے فرشتے۔ قرآن کریم میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے جو منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر کسی امام کو خدا کی ذات میں صفات میں شریک کرے علی اللہ علی رب کے نعرے لگیں۔ علی علیہ السلام کو خالق، رازق، محی و ممیت سر عام کہے وہ شیعہ تو دور کی بات ہے وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے۔ مشرک ہے نجس ہے اور ظالم ہے پھر اس پر طرہ یہ کہ دین کی خرید و فروخت کرے۔ حسین علیہ السلام فروشی کدے حضرت کی اولاد و اصحاب اور انصار کے خون کی سودے بازی۔ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں ایک ہی زمرے میں شمار ہونگے معاویہ اور ابو منازل کا کردار دہرایا جارہا ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں میں بولیاں لگ رہی ہیں اب ظلم میں ایک تیسرے کردار کا بھی اضافہ ہو گیا ہے جسے دلال کہتے ہیں یہ تیسرا آدمی کہیں لیں بڑھ چڑھ کر بولیاں لگ رہی ہیں مہنگائی کا دور ہے نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔

یہ ظلم بالخصوص شہداء کربلا کے ساتھ کیا جارہا ہے کاروباری اور پیشہ ورانہ حیثیت اختیار کر گیا ہے اس حسین فروشی کے پیش نظر کسی

نے خوب کہا ہے:

مٹا دو ظلم تمہیں جہاں بھی نظر آئے
میرے خیال میں یہ بھی ہے انتقام حسین

علماء حقہ اور باشعور درد دل رکھنے والے محبان اہلبیت علیہم کا جو حق و باطل ظلم و عدل میں تمیز کر سکتے ہیں ان کا شرعی فریضہ اور ذمے داری ہے کہ ان تاجرانِ خون حسین کی حوصلہ شکنی ہی نہیں بلکہ مکمل مقاطعہ کریں چہ جائیکہ کہ علمائے دین کا بائیکاٹ کریں۔ عالم دین کا بائیکاٹ گویا دین کا بائیکاٹ ہے اس کے برعکس دروغ گو علاموں ذاکروں اور غنابازوں کا بائیکاٹ کریں ان کی مکمل طور پر حوصلہ شکنی کریں اور علماء حقہ شیعہ کو موقع دیں کہ صحیح دین حقہ سے عوام الناس کو روشناس کرا سکیں۔ اس مقدس خون کی تجارت اور پیشہ ورانہ حیثیت ختم ہو۔ جو مسلک پیشہ ورانہ اور کاروباری حیثیت اختیار کرے اس کے متعلقین کے پاک ڈالر بھی ہیں۔ سب کچھ حسب منشاء مہیا ہے دولت ہے لیکن ہر فریق میں کسی چیز کی کمی ہے تو خلوص نیت کی وبس اور یہ خلوص دولت سے نہیں ملتا کہ دولت کسی کو بڑے بڑے نامور مدعو کر کے انتہائی بڑا شیعت میں نام پیدا کر لو۔ دین مین گنگا گئے تو گنگا ستارام اور جمنا گئے تو جمنا داس والا معاملہ نہیں چلتا یہ منافقت ہے دینداری نہیں۔ دین کے حصول کے لئے دو باتوں پر عمل کرنا پڑے گا علماء کی صحبت اختیار کی جائے اور مستند دینی کتب کا مطالعہ یہ زبانی جمع خرچ یہ ذہنی عیاشی کے علاوہ کچھ نہیں۔ کتب ہی کے متعلق مترجم علل الشرائع لکھتے ہیں کہ کتاب علل الشرائع کی مقبول کے باوصف کچھ صاحبان نے ترجمے کی اشاعت پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔۔۔ اس سلسلے میں سچ بولنے کا حوصلہ صرف ایک مولوی صاحب کو ہوا کہ جب ان کو تحفہ کے طور پر یہ کتاب پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا جب ایسی کتابیں عوام الناس میں پھیل جائیں گی تو ہمیں کون سنے گا۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے لیکن اُن کے نام لیواؤں نے کتابوں اور علم کو صرف ایک طبقہ تک محدود کر دیا ہے اور اسلام میں برہمنیت کے انداز اپنالئے جس مذہب کی بنیاد عقل پر ہو اور عقل اپنی غذا کے لئے علم کی محتاج ہو لیکن ایسے چند ادبی چٹکلوں مناظراتی چھنتوں اور بے عملی پر اصرار کے ساتھ تھپک دیا جائے وہ اپنا وجود کب تک اور کس حیثیت سے برقرار رکھ سکتا ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس لہو ولعب (ناچ گانے) سے بھری دنیا اور انفاق سے پر تاریک ماحول میں تعلیمات محمد و آل محمد کی روشنی تک پہنچتے ہیں۔ تعلیمات محمد و آل محمد علیہم السلام میں راگ رنگ فلمی طرزوں پر کذب بیان خود ساختہ روایات اور خرید و فروخت ریاکاری کی قطعًا گنجائش نہیں یہ سب حرام اور گناہان کبیرہ میں شمار ہوتی ہیں۔

کتاب کے علاوہ علماء کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کا فرمان امام نے روشناس فرمایا کہ ہمارے علماء غیبت قائم آل محمد علیہم السلام کے زمانے محافظ دین اور رہبر علم و یقین ہونگے علماء کرام کی مثال شیعوں کے لئے بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی کشتی کے لئے ناخدا کی ہوتی ہے اور ہمارے ضعیفوں کے دلوں کو تسلی دیں گے وہ لوگوں میں افضل ترین اور قائد ملت ہوں گے آپ ہی کا فرمان ہے: واجمع من العلم حاملہ یعنی علم سے زیادہ علم کی فضیلت ہے۔

العجب صارف عن طلب العلم یعنی خود پسندی انسان

کو علم حاصل کرنے سے روکتی ہے۔ قرآن مجید سے لیکر پیغمبر اسلام علیہ السلام سے تا امام آخر زمان علیہ السلام سے حصول علم کی ترغیب و تعلیم ہی ملیگی نہ کہ راگ رنگ ناچ گانا ان خرافات کی حرمت قرآن مجید احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے جو کہ من تعلم القرآن وعلمہ یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن مجید سیکھا اور سکھایا نہ کہ غناو کذب۔

عشرہ محرم الحرام کی آمد آمد تھی کہ شہدا کے خون کی بولیاں لگنی شروع ہوگئیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ صفین کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ امیر شام نے امیر المومنین علیہ السلام کو صحیح پیغام ارسال کیا تھا کہ میرے پاس وہ فوج ہے جسے اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہیں۔ یا یہی کچھ کہاں ہو رہا ہے۔ جس منبر پر قال اللہ قال رسول قال جعفر صادق کہا جانا چاہئے تھا وہ اب اس کے الٹ ہو رہا ہے حق کی تبلیغ و ترویج کے لئے غیر شرعی ذرائع کا سہارا لینا گناہ کبیرہ ہے۔ علی علیہ السلام کو پیغمبر اسلام نے علم کا دروازہ کہا تھا نہ کہ معاذ اللہ غنا کا۔۔

پاکستان میں علماء و فضلا خدا کے فضل سے موجود ہیں اور اپنے فرائض منصبی بھی کم و بیش ادا فرما رہے ہیں لیکن اسطرح نہیں ہو رہا ہے کہ باطل کا منہ بند کیا جائے اس کے برعکس شیخی فرقہ کے ذاکرین۔ خود ساختہ علامے بذریعہ تحریر و تقریر خم ٹھونک کر میدان میں لادینیت امریکی سی آئی اے کے احکام کے مطابق موجود ہی نہیں بلکہ بڑھ چڑھ باطل کی تبلیغ و ترویج میں کوشاں ہیں اور کامیاب ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ مراسم عزا مجالس جلوس وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں جس پر اخراجات کا اندازا لگایا گیا تخمینہ 110 ارب روپے ہیں دو کھرب دس ارب سالانہ ہے ہر عقلمند انسان اگر کچھ خرچ کرتا ہے تو ضرور سوچے گا کہ کیا کھویا کیا پایا۔ اگر اس زر کثیر سے کچھ حاصل نہیں ترقی کا ایک زینہ بھی طے نہیں ہوا تو پھر ہم رسومات کے تابع ہیں جنت سے کوسوں دور۔ البتہ فلمی طرزیں یاد ہوگئیں تعلیم سے دور اگر بچے کو تعلیم کے لئے بھیجا تو عبادت اور اگر گانا گانے سننے سکھانے کے لئے بھیجا تو حرام اور گناہ کبیرہ جب تک مذہب ذریعہ معاش بنا رہے گا ہر کس و ناکس جاہل بلکہ اجہل منبر رسول پر براجمان رہیں گے مذہب تنزلی کی طرف جائیگا۔

تجربہ کر کے دیکھیں لیں شیعہ شیخی بھی اپنے آپ کو اسی مذہب میں شمار کرتے ہیں حالانکہ مذہب حقہ کی تنزلی اور غیر مقبول ہونے کا باعث یہی فرقہ ضالہ ہے جب تک جہالت رہے گی گمراہی پھیلے گی۔ اور یہ امریکی ایجنٹ اکثریت میں ہونگے کیونکہ جہالت جلدی پنپتی ہے اور بدعملی تیزی سے ترقی کرتی ہے۔ حسین علیہ السلام نے سب کچھ قربان کر کے حق کا بول بالا کر دیا اور باطل کا منہ کالا کر دیا۔ باطل کے چہرے پر پڑا ہوا اسلامی نقاب نوچ کر پھینک دیا

وہ اک مرد حق پرست تھا کائنات میں
باطل کی جس نے ناؤ ڈبوئی فرات میں

ممتاز حسین نقوی
بیڑھ سیالکوٹ

☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

یثرب سے آنحضرتؐ کا ربط اور دوران رضاعت

جناب سید ہاشم رسول محلاتی

جس چیز کا ذکر یہاں ضروری ہے شاید پہلے ہی اس کا تذکرہ ہونا چاہیئے تھا اور جو چھ سال کی عمر میں آنحضرت کے یثرب کے جانب سفر میں دخیل ہے بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرتؐ کی ہجرت میں اور ہجرت کے لئے اس شہر کے انتخاب میں بھی اثر انداز ہوئیں ہے وہ آنحضرتؐ کا یثرت سے نسبی ربط و تعلق تھا جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جناب ہاشم ابن عبد مناف نے یثرب کے ایک سفر کے دوران طائفہ بنی عدی ابن نجاری کی ایک خاتون جناب ''سلمیٰ'' بنت عمر ابن زید۔۔۔ خزرجی سے شادی کی اور آنحضرت کے دادا جناب عبدالمطلب ان ہی سے پیدا ہوئے۔ وہ ایک عرصے تک اسی شہر یثرب (مدینہ) میں تھے اس دوران جناب ہاشم بن عبدمناف کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بھائی مطلب ابن عبدمناف مدینہ گئے اور عبدالمطلب کو جن کا نام ''شیبۃ الحمد'' اور پہلا نام ''عامر'' تھا بڑے اصرار کے ساتھ ان کی والدہ سے لیا اور اپنے ہمراہ مکہ لائے اور چونکہ مکہ میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے چچا مطلب کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے اور آپ کا چہرہ آفتاب کی تمازت سے سرخ تھا لہٰذا اہل مکہ نے خیال کیا کہ یہ بچہ مطلب کا غلام ہے جسے انھوں نے یثرب یا دوسری جگہ سے خریدا ہے، اس لئے انہیں ''عبدالمطلب'' کہنے لگے، جبکہ مطلب نے بارہا لوگوں سے کہا کہ یہ میرا بھتیجا اور ہاشم کا فرزند ہے لیکن ان کا نام عبدالمطلب ہی مشہور ہوگیا اور لوگ اصل نام یعنی ''شیبۃ الحمد'' کو فراموش کرگئے۔

جناب عبداللہ کی وفات:

مشہور ہے کہ جناب عبداللہ اپنے فرزند حضرت رسول خداؐ کی ولادت سے پہلے مدینہ ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور وہیں ایک جگہ ''دارالنابغہ'' میں دفن کیے گئے، لیکن ایک دوسرا قول ہے کہ حضرت رسول خداؐ کی ولادت ہوچکی تھی اور آپ کی عمر مبارک دو ماہ یا اس سے زیادہ تھی کہ جناب عبداللہ کا انتقال ہوا ہے۔

یعقوبی اور دوسرے مورخین کے مطابق دوسرا قول اجماعی ہے اور اسے زیادہ تر علماء اور دانشوروں نے تسلیم کیا ہے۔ لیکن ابن اثیر کتاب اسد الغابہ میں پہلے قول کو مضبوط و محکم جانتے ہیں۔

جناب عبداللہ کی وفات کا ماجرا یوں لکھا گیا ہے کہ آپ تجارت کی غرض سے قریش کے قافلہ کے ہمراہ شام تشریف لے گئے شام سے واپسی کے دوران بیمار ہوئے اور اسی قرابت داری کی بنا پر آپ ''بنی عدی بن نجار'' کے یہاں ٹھہرے لیکن آپ کی بیماری نے طول کھینچا اور ایک ماہ کے بعد آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ جبکہ قریش کا قافلہ مکہ پہنچا اور عبدالمطلب نے ان کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مدینہ میں بیمار پڑے ہیں۔ جناب عبدالمطلب

نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ روانہ کیا لیکن جب حارث مدینہ پہنچے تو انہیں جناب عبداللہ کے انتقال کی خبر ملی

حضرت رسول خداؐ کو میراث میں کیا ملا:

جیسا کہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے، آنحضرت کو جناب عبداللہ سے میراث میں جو چیزیں ملیں وہ یہ تھیں۔ ''ایک کنیز جس کا نام ایمن تھا، پانچ اونٹ، گوسفندوں کا ایک ریوڑ تلوار اور کچھ نقد''۔ اسی سے ملتی جلتی بات واقدی نے کتاب ''المنتقیٰ فی مولود المصطفےٰ'' میں نقل کی ہے جس میں تلوار اور نقدی کے علاوہ بقیہ چیزوں کا ذکر ہے۔

یہ ام ایمن وہی کنیز ہیں جنھوں نے جناب آمنہ کی وفات کے بعد حضرت رسول خداؐ کی پرورش کی اور ہمیشہ آنحضرت کے ہمراہ رہیں جب حضرت بڑے ہوئے تو آپ نے انھیں آزاد کردیا اور زید بن حارثہ سے ان کی شادی کردی آپ آنحضرت کی رحلت کے پانچ یا چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں۔

آنحضرت کی رضاعت کا زمانہ:

جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے حضرت رسول خداؐ نے ولادت کے بعد سات روز تک اپنی مادر گرامی جناب آمنہ کا دودھ پیا، ساتویں روز آپ کے جد بزرگوار جناب عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور ایک گوسفند ذبح کیا اس کے بعد آنحضرت کو جناب عبدالمطلب کی کنیز ''ثوبیہ'' کے حوالہ کیا گیا۔ ثوبیہ نے بھی چند روز حضرت کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد شیر خوارگی کی آخری مدت تک یہ سعادت حلیمہ سعدیہ کو نصیب رہی۔ ثوبیہ نے جناب حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا تھا اس لئے جناب حمزہ آنحضرت کے برادر رضاعی بھی تھے۔ ثوبیہ نے ہجرت کے ساتویں سال انتقال کیا حضرتؐ ہمیشہ ان کا احترام کرتے اور ان سے مہر ومحبت سے پیش آتے تھے۔

حلیمہ سعدیہ:

حلیمہ بنت ابوذویب (وعبداللہ بن حارث) قبیلہ بنی سعد سے ہیں اور ان کا نسب قبائل ہوازن تک پہنچتا ہے ان کے شوہر حارث بن عبدالعزا (حضرت رسول خداؐ کے رضاعی باپ) کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے ہے اور ان کا نسب بھی ''ھوازن'' تک پہنچتا ہے حلیمہ کے اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سے تین اولادیں تھیں ایک بیٹا جس کا نام ''عبداللہ'' تھا اور دو بیٹیاں جن کے نام ''انیسہ'' اور'' خدافۃ'' تھے۔ خدافۃ کا دوسرا نام ''شیماء'' بھی تھا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوئی۔ یہی شیما تھی جو حلیمہ نے رسول خداؐ کے چچازاد بھائی (یعنی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب) کو بھی دودھ پلایا تھا اور وہ بھی آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی تھے۔ کتاب ''امتاع الاسما'' مقریزی سے نقل ہے کہ حمزہ ابن عبدالمطلب نے بھی اسی قبیلۂ بنی سعد میں شیر خوارگی کا زمانہ گزارا اور بڑے ہوئے۔ جس عورت نے جناب حمزہ کو دودھ پلایا تھا ایک روز حلیمہ کے پاس گئی، آنحضرتؐ کو ان کے پاس دیکھا تو اس نے بھی حضرتؐ کو دودھ پلایا اس طرح حمزہ دو طرف سے آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی تھے۔ ایک ثوبیہ کی طرف سے اور دوسرے بنی سعد کی اس عورت کی طرف سے۔

جنگ حنین میں یا اس کے بعد طائف کے محاصرہ کے دوران مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئی جب اس نے خود کو پہنچوایا تو اسے آنحضرتؐ کے پاس لایا گیا حضرت نے اسے آزاد کردیا اور احترام سے پیش آئے اس واقعہ کی تفصیل اپنی جگہ پر ذکر ہے۔

آنحضرتؐ کو دایہ کے سپرد کرنے اور وہ بھی حلیمہ کے حوالے کرنے کا مقصد کیا تھا؟ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور بعض دوسری تحریروں میں یہ بھی بات اٹھائی گئی ہے کہ حضرت رسول خداؐ کو دایہ کے سپرد کرنے کا مقصد کیا تھا؟ اور اگر فرض کرلیں کہ یہ کام لازم وضروری تھا تو قبیلہ بنی سعد اور حلیمہ میں کیا خصوصیت تھی کہ آنحضرتؐ کو اس قبیلہ اور اس خاتون کے حوالے کیا گیا یا یہ کہ صرف اتفاقی طور پر یہ ماجرا پیش آ گیا؟

اس سوال کے جواب میں سب سے پہلے تو ہم یہ کہیں گے کہ بعض خودغرض ولاعلم عیسائی مورخوں نے پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے مختلف ادوار میں فقیر وتنگدستی اور یتیمی کو عنوان بنا کر زندگی کے بعض پہلوؤں کو ان ہی کا نتیجہ قرار دیا ہے لیکن یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرتؐ کو دایہ کے سپرد کرنے کا اصل سبب یہ نہیں تھا کیونکہ اگر ہم فرض کرلیں کہ جناب عبداللہ آنحضرتؐ کی ولادت سے پہلے انتقال کر چکے تھے تو بھی جیسا کہ آپ نے ابتدا میں پڑھا رسول خداؐ نے اپنے پدر بزرگوار سے اچھا خاصا مال میراث میں پایا تھا، وہ فقیر وتنگدست نہیں تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی مادر گرامی آمنہ بھی رئیس قبیلہ بنی زہرہ کی صاحبزادی تھیں اور خود بھی مالدار تھیں۔ حضرتؐ کے دادا جناب عبدالمطلب بھی جنہوں نے آنحضرتؐ کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی، سردار قریش اور مال دار تھے جن کے اموال کا صرف ایک حصہ واقعہ اصحاب فیل کے مطابق دو سو مال بردار اونٹ تھے۔۔۔

اس بنا پر آنحضرتؐ کو دایہ کے سپرد کرنے کا سبب فقر و تنگدستی ہرگز نہ تھا۔ کوئی دوسرا ہی سبب ہونا چاہئے۔ روایات میں اس کی دو وجہیں ذکر ہوئی ہیں ایک آنحضرتؐ کی والدہ کے دودھ نہ ہونا اور دوسرے اس سلسلہ میں اہل مکہ کی رسم اور دستور۔

(۱) کافی اور مناقب ابن شہر آشوب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت رسول خداؐ دنیا میں تشریف لائے تو چند روز تک دودھ سے محروم رہے۔ جناب ابوطالب نے حلیمہ کو تلاش کر کے اس پاکیزہ مولود کو دودھ پلانے کے لئے ان کے حوالے کیا۔

(۲) بحار الانوار میں ابوالحسن بکری کی کتاب الانوار سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمارے بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب ان کے یہاں بچہ سات روز کا ہوجاتا تو اس کے لئے دایہ تلاش کرتے تھے تاکہ اس کے حوالے کردیں۔ اس لئے لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اپنے فرزند کے لئے دایہ تلاش کریں تاکہ انہیں اس کے حوالے کیا جائے۔۔۔

یہ دونوں روایتیں اگر چہ سند کی رو سے ضعیف ہیں لیکن اسباب وعلل تلاش کرنے میں وہ نما ثابت ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا ان روایتوں کی وضاحت میں ہم یہ کہیں گے کہ کچھ بعید نہیں کہ جناب آمنہ اگر چہ جوان تھیں اور اپنے تنہا بیٹے کی خود پرورش کرنے کی خواہاں بھی لیکن ممکن ہے اپنے جوان اور عزیز شوہر کے موت کے جانکاہ صدمے سے ان کا دودھ خشک ہوگیا ہو لہٰذا وہ اپنے چہیتے فرزند کو سیر کرنے سے معذور ہوں یا یہ کہ اہل مکہ کے رواج کے مطابق دودھ ہونے کے باوجود وہ اپنے بچہ کو دایہ کے حوالے کرنے پر مجبور ہوگئی ہوں کیونکہ اس رسم ورواج کے سلسلہ میں بھی اہل مکہ بعض وجہیں بیان کرتے ہیں:

ا۔ شہر مکہ وبا سے متاثر علاقہ تھا اور خاص طور سے چھوٹے اور نومولود بچوں کو اس خطرناک بیماری کا خطرہ زیادہ تھا لہٰذا اہل مکہ ان کی

حفاظت کے لئے اپنے بچوں کو شہر کے باہر رہنے والی دایاؤں کے سپرد کرتے تھے تاکہ وہاں وہ شیر خوارگی کا زمانہ گزاریں چنانچہ ''المنتقی فی مولود المصطفیٰ'' کے باب ۴ فصل ۲ میں کازرونی کی روایت میں آیا ہے کہ حلیمہ حضرت رسولؐ خدا کو چار سال کے سن میں جناب آمنہ کے پاس لائیں لیکن جناب آمنہ نے ان سے کہا:

''ارجعی بابنی فانی اخاف علیه و باء مکه۔۔''

''میرے بیٹے کو واپس لے جاؤ میں اس کے لیئے مکہ کی وبا سے خوف زدہ ہوں''

۲۔ صحرا کی کھلی ہوا اور الجھنوں سے دور پر سکون ماحول ہڈیوں کے محکم و مضبوط ہونے اور جسم کے اچھی طرح صحت مند انداز میں بڑھنے کا سبب ہوتا تھا۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں جو افراد دیہاتوں اور بیابانوں میں پلتے بڑھتے ہیں جسمانی اعتبار سے شہروں اور تہذیب کے گہواروں میں پلنے والوں سے زیادہ مضبوط و طاقتور ہوتے ہیں۔

۳۔ جو عورتیں اپنے بچوں کو دایاؤں کے حوالے کرتی تھیں انہیں شوہر کی خدمت اور دیکھ بھال کا زیادہ وقت ملتا تھا۔ اور یہ چیز ان کی گھریلو زندگی اور گھر کے ماحول کے لئے بڑی موثر ہوا کرتی تھی البتہ یہ پہلو جناب آمنہ کے یہاں نہیں تھا کیونکہ آپ کے شوہر پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

۴۔ صحرا کے عربوں اور خاص سے قبیلۂ بنی سعد کی زبان شہری عربوں سے زیادہ فصیح تھی اور یہ یا اس وجہ سے تھا کہ شہریوں کی زبان قافلوں کی آمد و رفت اور مختلف لوگوں کے میل جول سے خالص نہیں رہ پاتی تھی اور اتفاق سے بنی سعد کا قبیلہ زبان و لہجہ کی فصاحت میں مشہور تھا اسی وجہ سے مکہ کے لوگ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیئے زیادہ تر اسی قبیلہ کی عورتوں کے سپرد کرتے تھے اور یہ حدیث بھی اس بات کی موید ہو سکتی ہے جو آنحضرت سے نقل ہے، آپ نے فرمایا:

''انا اعربکم، انا قرشنی و استرضعت فی بنی سعد''

''میں تم سب سے زیادہ فصیح زبان ہوں کیوں کہ میں قریش بھی ہوں اور میں نے قبیلہ بنی سعد میں دودھ بھی پیا ہے۔''

قبیلہ بنی سعد کے درمیاں:

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے آنحضرتؐ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا گیا اور حلیمہ سے اس بارے میں روایت بھی نقل ہوئی ہے جس میں آنحضرت کو لے جانے اور اس دوران کے حالات زندگی نیز اس معصوم بچہ کا دودھ پینے کے دوران اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ ذکر ہوا ہے ساتھ ہی آنحضرتؐ کے آنے سے قبیلۂ بنی سعد پر جو برکتیں نازل ہوئیں ان کا بھی ذکر ہے اور یہ واقعہ تاریخ کی کتابوں میں مفصل لکھا ہوا ہے یہاں اسے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اس کے صرف ان پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں جو بحث و اعتراض کا نشانہ بنے ہیں۔ مثلاً ابن ہشام نے اپنی سیرۃ میں ابن اسحاق سے اپنی سند کے حوالے سے حلیمہ سے روایت کی ہے کہ ''جب ہم مکہ آئے تو قبیلہ کی دوسری عورتوں کے ہمراہ تھے اور ہم نے کسی شیر خوار بچہ کے لئے اہل مکہ سے پوچھ گچھ شروع کی۔؟

''فما منا امراة الاوقد عرج علیها رسول الله صلی الله علیه و آله فتأباه اذا قیل لها انه یتیم و ذلک انا انما کنا نرجو المعروف من ابی الصبی فکنا نقول: یتیم! و

ما عسیٰ ان تصنع امة وجدّه! فکنّا نکرهه لذلک"

"ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کے پاس حضرت رسول خدا کو نہ لے جایا گیا ہو لیکن جیسے ہی ان سے کہا جاتا کہ یہ بچہ یتیم ہے وہ اپنے سے انکار کر دیتی تھی کیوں کہ ہم کو بچے کے باپ سے توقع ہوا کرتی تھی۔ ہم اپنے آپ سے کہتے: وہ یتیم ہے! اس کی ماں اور اس کے دادا اس کی خدمت کے سلسلہ میں کیا دے سکتے ہیں اسی لئے ہم یتیم بچہ کو قبول کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔۔"

وہ اس کے بعد بیان کرتی ہیں کہ جب واپسی کا وقت ہوا اور کوئی بچہ مجھے نہ ملا تو مجبوراً میں نے اسی بچہ کو لے لیا تا کہ مکہ سے خالی ہاتھ نہ جاؤں۔۔"

لیکن مکہ میں جناب عبدالمطلب کی عظیم شخصیت کو دیکھتے ہوئے نیز آنحضرتؐ کی والدہ گرامی جو قبیلہ بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں اور ان کے پاس مال و دولت کی کمی بھی نہ تھی ان باتوں کے پیش نظر یہ روایت مخدوش لگتی ہے۔ اس لئے بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی جو بھی ہو۔ چاہے خود حلیمہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس مقدمہ کے ذریعے حضرت رسول خدا کی عظمت کو اجاگر کرنا چاہا لیکن لاعلمی میں ایک تاریخی حقیقت کے خلاف بات کہی اس طرح نادانستہ طور سے آنحضرتؐ کی اہانت کر ڈالی ہے۔۔ جب کہ جناب عبدالمطلب اور آنحضرتؐ کی والدہ جناب آمنہ کی سماجی حیثیت کو دیکھتے ہوئے نہ صرف کوئی دایا ان کے بچہ کو لینے سے انکار نہیں کرتی بلکہ ایسے مولود کو لینے کے لئے حسب معمول ایک دوسرے پر سبقت کرتیں اور اسے اپنے لئے عزت و منفعت کا ذریعہ سمجھتیں۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں یہ واقعہ دوسرے انداز سے نقل کیا ہے جس میں راوی کا نظریہ اور اس کا اجتہاد نہیں ہے نتیجہ میں یہ شبہ اور اعتراض اس پر وارد نہیں ہوتا اور وہ حقیقت سے بھی نزدیک ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ذکرت حلیمة بنت ابی ذویب عبدالله بن حارث من مضر، زوجة الحارث بن عبدالعزی المضری ان البوادی اجدبت، و حملنا الجهد علی دخول البلد فدخلت مکة ونساء بنی سعد قد سبقن الی مراضعهن فسألت مرضعاً فدلّونی علی عبدالمطلب و ذکر ان له مولداً یحتاج الیمرضعة له. فاتیت الیه.."

"یعنی حلیمہ قبیلہ مضر کے ابی ذویب۔ عبداللہ بن حارث کی بیٹی اور حارث بن عبدالعزیٰ مضری کی بیوی کہتی ہیں کہ:

قحط اور خشک سالی نے ہماری زندگی کو تنگی میں مبتلا کیا تو ہم دیہات سے شہر کی طرف آنے پر مجبور ہوئے۔ ہم اس ارادہ سے مکہ آئے بنی سعد کی دوسری عورتوں کو دودھ پلانے کے لئے ایک بچہ مل گیا میں بھی ایک شیر خوار کی تلاش میں نکلی مجھے عبدالمطلب کے پاس لے جایا گیا کہ ان کے پاس ایک بچہ ہے جسے دایہ کی ضرورت ہے میں ان کے پاس گئی۔۔"

اس کے بعد ابن شہر آشوب عبدالمطلب سے حلیمہ کی گفتگو، بچہ کا قبول کرنا اور ان کے نمایاں اوصاف کا تذکرہ جناب حلیمہ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

باب المتفرقات

حاجتمندوں کا حصہ

از کتاب اسلام اور معاشرت

موجودہ دنیا میں بہت زیادہ لوگوں کی غربت اور تنگدستی اور شدید طبقاتی اختلافات نے بنی نوع انسان کے دانشمندوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی ہے اور وہ اس درد کا علاج کرنے اور اس خطرناک طبقاتی فاصلے کو کم کرنے فکر میں ہیں۔

اسلام نے دولت کی ذخیرہ اندوزی کی پیش بندی اور تنگدستی کی مصیبت کی بیخ کنی کے لیے صدقات اور زکوۃ کا قانون نافذ فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دولت مند لوگ اس بات پر مجبور ہیں کہ اپنے مال کی ایک معینہ مقدار ہر سال نادار لوگوں کو دے دیں۔

قرآن مجید نے بہت سے مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے اس قدر اہمیت دی ہے کہ عموماً اسے سب سے بڑے دینی فریضے نماز کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

''نماز کو قائم کرو اور زکوۃ دو کیونکہ تم جو نیک کام انجام دو گے اس کی جزا پا لوگے''

زکوۃ کے واجب ہونے کی رمز:

پیشوایانِ اسلام نے اپنے اقوال کے سلسلے میں زکوۃ کی رمز بیان فرمائی ہے اور اس ذریعے سے انھیں اس کی ادائیگی کی ترغیب دلائی ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''زکوۃ اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ دولت مندوں کو آزمایا جائے اور ناداروں کی مدد ہو۔ اگر لوگ اپنے مال کی زکوۃ دیتے رہتے تو کبھی کوئی مسلمان فقیر اور محتاج نہ ہوتا بلکہ ان حقوق کے ذریعے جو خدا نے اس کے لیے مقرر کیا ہے مستغنی ہو جاتا۔ لہٰذا اگر فقیر اور بھوکے اور محتاج پائے جاتے ہیں تو یہ دولت مندوں کے گناہ کی وجہ سے ہے اور سزاوار ہے کہ خداتعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے جنھوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔''

نیز آپ فرماتے ہیں:

''خداتعالیٰ نے فقراء کے لیے دولت مندوں کے مال میں ایک حق قرار دیا ہے اور فقراء کو ان کے مال میں شریک بنایا ہے۔ کوئی دولت مند جب تک وہ حق ادا نہ کرے تعریف کے قابل نہیں اور وہ حق زکوۃ ہے۔ زکوۃ کے وسیلے سے ان کو زندگی کی ضمانت مل جاتی ہے اور اس نشانی سے مسلمان 'مسلمان' کہلاتا ہے۔''

امام صادق علیہ السلام کا یہ فرمان بھی قابل توجہ ہے:

''خداتعالیٰ نے ہزار درہم میں سے پچیس درہم زکوۃ مقرر کی ہے کیونکہ اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور ان کی ضروریات کی مقدار سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہزار افراد میں سے پچیس فقیر ہیں (یعنی ضعیف اور ایسے اشخاص جو کام کاج کے قابل نہ ہوں اور فوری مدد کی ضرورت رکھتے ہوں ان حدود میں ہیں) اس

نسبت سے ان کا حصہ مقرر کیا گیا ہے اور اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہوتی تو ان کا حصہ بھی زیادہ ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ ان کا خالق ہے اور ان کے حال سے آگاہ ہے۔"

اسلام نے رسمی طور پر خود غرض دولت مندوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بجادی ہے اور انہیں ان خطرات سے آگاہ کر دیا ہے جو طبقاتی فاصلوں کو جنم دیتے ہیں۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"زکوۃ دے کر اپنی دولت محفوظ کر لو"

کیونکہ یہ امر واضح ہے کہ زیادہ تر برائیاں اور چوریاں اور سب سے بڑھ کر کمیونزم کا منحوس راگ شدید احتیاج کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے وہ زکوۃ کے اقتصادی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے تھا لیکن یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ اس کا روحانی پہلو اگر اس سے زیادہ اہم نہیں تو کم اہم بھی نہیں ہے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نماز کے ساتھ زکوۃ کو خدا کے قرب کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے جو کوئی اسے بہ رجا و رغبت ادا کرے اس کے لیے یہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے اس کی حفاظت کرتی ہے لہٰذا کسی کو نہیں چاہیے کہ اس میلانِ طبع کے بغیر ادا کرلے اور اسے ادا کر کے غمگین ہو۔"

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

"زکوۃ دینا مت بھولو کیونکہ زکوۃ خدا تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔"

جو لوگ زکوۃ نہیں دیتے:

انہی وجوہ کی بنا پر اسلام زکوۃ نہ دینے سے بڑی سختی سے منع کرتا ہے اور جو دولت مند لوگ اس کی ادائیگی سے پہلو تہی کرتے ہیں انہیں سرزنش کرتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام امام علی سے اور آپ رسول اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں:

"اگر لوگ زکوۃ دینے سے پہلو تہی کریں گے تو خدا تعالیٰ کی نعمتیں بھی دنیا سے منقطع ہو جائیں گی۔"

امام صادق علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

"جو شخص زکوۃ کی کمترین مقدار (ایک قیراط) دینے سے بھی باز رہے وہ نہ تو مومن ہے اور نہ ہی مسلمان۔

اسلام اس اجتماعی موضوع کو اس قدر اہمیت دیتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے چند ایسے مسلمانوں کو جو اس اہم کام کو معمولی شمار کرتے تھے اور فقراء کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے، رسمی طور پر مسجد سے نکال دیا اور فرمایا:

"تم لوگ جو زکوۃ یہ نہیں دیتے ہماری مسجد سے باہر چلے جاؤ اور اس میں نماز نہ پڑھو۔"

اگر چہ اسلام اقتصادی آزادی اور شخصی ملکیت کو محترم شمار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے سکوں (روپیہ پیسہ اور مال و دولت) کو اپنے بندوں کی بھلائی کا وسیلہ قرار دیا ہے تا کہ وہ اپنی زندگی کے کاروبار چلائیں اور ان سے اپنے مقاصد حاصل کریں۔ لہٰذا جو شخص کافی دولت جمع کرے لیکن خدا کے فرمان کی تعمیل کرے اور زکوۃ یعنی حاجتمندوں کے حقوق ادا کرے اس کی تمام دولت اس کے لیے پاک اور جائز ہوگی۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ فقراء کے حقوق ادا نہ کرنے کو بھی ایک ناقابل معافی گناہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے:

جو شخص بہت سا مال اور سونا چاندی جمع کرلے اور بخل برتے اور خدا کا حق ادا نہ کرے اور (اس کی جگہ) انھیں سونے اور چاندی کے برتنوں کی شکل میں ڈھال لے (اور اپنے لیے پرتجمل زندگی کے اسباب فراہم کرلے) وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ایک دن (آئے گا جب) یہ سکے دوزخ کی آگ میں سرخ کیے جائیں گے اور ان کی پیشانی، پشت اور پہلو پر لگائے جائیں گے۔''

دوسرے مالی حقوق:

اسلام نے خطرناک طبقاتی فاصلہ کم کرنے کے لیے دولت مندوں اور سرمایہ داروں کے اموال میں قانون زکوٰۃ کے علاوہ حاجتمندوں کے دوسرے حقوق بھی مقرر کیے ہیں اور ان دولتمندوں کو سراہتا ہے جنہوں نے اپنی دولت میں خود حساب کھولا ہوا اور معاشرے کے محروم لوگوں کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ جو ان کا مقررہ حق ہے ایک اور حق بھی متعین کردیا ہو۔

یہ حقوق بیان فرماتے ہوئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خداوند عالم نے زکوٰۃ کے علاوہ دولتمندوں کے اموال میں اور حقوق بھی مقرر کیے ہیں اور فرماتا ہے: ''ناسماعد حالات کے مقابلے میں وہی لوگ ثابت قدم رہ سکتے ہیں جو اپنے اموال میں سے بیکسوں کے لیے حق مقرر کرتے ہیں۔'' یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور یہ وہ حق ہے جو ایک شخص خود اپنے آپ پر واجب کرتا ہے اور اسے چاہیئے کہ اس کا تعین اپنی قدرت کے مطابق کرے اور اسے ہر روز یا ہر ہفتے یا ہر مہینے ادا کرے۔ اور پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''خدا کو اچھا قرض دو'' یہ بھی زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور پھر فرماتا ہے: ''وہ لوگ جو خدا کی راہ میں ظاہر اور خفیہ طور پر خرچ کرتے ہیں'' اور پھر ماعون (جس سے انکار کرنے والے کی خدا تعالیٰ مذمت کرتا ہے) بھی یہی ہے کہ رقم بطور قرض دی جائے یا کوئی جنس ادھار دو یا کوئی نیک کام انجام دو اور پھر جو چیزیں زکوٰۃ کے علاوہ اموال میں مقرر کی گئی ہیں ان میں سے ایک صلۂ ارحام ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''وہ لوگ جو اس سے پیوستہ رہتے ہیں جس سے تعلق رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔'' لہٰذا جو شخص وہ حقوق ادا کرتا ہے جو خدا نے لازم قرار دیے ہیں تو وہ جو کچھ اس کے ذمے ہیں اسے بجالاتا ہے۔

اور پھر امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کیا تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے اموال میں سے فقط زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے؟ (تم غلطی پر ہو) جو کچھ خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ کے علاوہ مقرر کیا ہے وہ زکوٰۃ سے زیادہ ہے جس میں سے تمہیں اپنے قرابت داروں کو اور ان لوگوں کو دینا چاہیئے جو تم سے سوال کریں۔''

پھر حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا خدا تعالیٰ کے یہ فرمانے سے کہ ''وہ لوگ جنہوں نے اپنے اموال میں سے سوال کرنے والوں اور محرومون کے لیے حق قرار دیا ہے۔'' زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور حق مراد ہے؟

آپ نے فرمایا:

''(ہاں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے دولت عطا کی ہے۔ وہ ہزار یا دو ہزار یا تین ہزار یا کم و بیش اس میں سے علیحدہ کرتے ہیں اور اپنے وابستگان کو دیتے ہیں یا اپنی قوم کے نادار لوگوں کے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔''

اسلام ان دولتمندوں کو سعادتمند سمجھتا ہے جو وہ تمام مالی حقوق ادا کرتے ہیں جو زکوٰۃ اور قرابت داروں، سائلوں اور محتاجوں کے حقوق سے عبارت ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے عمار ساباطی سے فرمایا: کیا تیرے پاس زیادہ دولت ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم وہ ادا کرتے ہو جو خدا تعالیٰ نے تم پر بطور زکوٰۃ واجب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے مال میں سے کوئی خاص رقم فقراء کے لیے الگ کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے قرابت داروں کو کچھ دیتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ حضرت نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا:

''عمار! مال ختم ہو جاتا ہے، انسان کا بدن گل سڑ جاتا ہے لیکن عمل زندہ رہتا ہے اور اس کا حساب رکھنے والا زندہ ہے اور نہیں مرتا۔ عمار! جو کچھ تو نے خود آگے بھیجا (وہ تیرا ہے اور) تجھ سے جدا نہیں ہوگا اور جو کچھ تو چھوڑ دے گا وہ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچے گا۔''

خدا کی راہ میں بخشش:

''خدا کی راہ میں بخشش'' کا موضوع جسے روایات کی زبان میں بعض اوقات ''صدقہ'' کہا جاتا ہے (صدقہ ہر وہ بخشش ہے جو خدا کے لیے ہو) بجائے خود ایک عجیب داستان ہے اور مستحبات میں ایسی چیزیں شاید کم ہی ہوں جنہیں اسی جیسی اہمیت دی گئی ہو۔

اسلام کے نقطۂ نگاہ سے صدقہ ہر چیز مثلاً جان اور مال کے لیے اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی رحمت کے لیے بے حد موثر ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے:

''قیامت کے دن جب تک لوگوں کے درمیان قضاوت نہ ہو جائے (اور وہ اپنے حساب کو نہ پہنچ جائیں) ہر شخص اپنے صدقے کے سائے کے نیچے آرام کرے گا۔''

''خدا کے راستے میں در پردہ بخشش کرنا خدا کے غصے کے شعلے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔''

امام صادق فرماتے ہیں:

''جو مسلمان ایک بندہ مسلمان کو کپڑے پہنائے وہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے جب تک اُس کپڑے کے چیتھڑے باقی رہیں''

''اپنے بیماروں کا خدا کی راہ میں احسان کے ساتھ علاج کرو۔ صدقے کے وسیلے سے روزی طلب کرو۔ صدقہ بندے کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔''

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا کی راہمیں نیکی اور احسان فقر کو مٹا دیتا ہے اور عمر میں اضافہ کرتا ہے اور ناگوار موت کی ستر قسموں کو احسان کرنے والے سے ٹال دیتا ہے۔''

لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر انسان اس نیک عمل کو صحت اور اختیار کی حالت میں انجام دے بجائے اس کے کہ مرنے کے وقت وصیت کرے۔ اسی لیے جب رسول اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ بہتر ہے تو آپ نے فرمایا:

''یہ کہ تو خود اس وقت دے جب تیری صحت اچھی ہو، تجھے زندہ رہنے کی امید ہو اور تو فقر سے ڈرے۔ نہ یہ کہ تو اسے اس وقت تک ٹالے جب تیری جان گلے میں پہنچ جائے اور اس وقت تو کہے کہ اتنا فلاں شخص کو اور اتنا دوسرے کو دے دو۔''

باب المتفرقات

اھلبیتؑ کے فضائل منصوصه

☆☆......☆☆......☆☆......☆☆......☆☆......☆☆......☆☆......☆☆......☆☆

از کتاب مکتب اسلام

عام اور خاص اشخاص نے رسول اکرمؐ کی بہت سی احادیث امام علیؑ اور دیگر افراد اہل بیت کی منقبت میں نقل کی ہیں۔ ہم یہاں اہل بیت رسولؐ کے مناقب میں سے تین منقبتوں کا ذکر کرتے ہیں:

ا۔ ہجرت کے چھٹے سال میں شہر نجران کے عیسائیوں نے اپنے بزرگوں اور عالموں کا انتخاب کر کے انھیں مدینہ بھیجا۔ ان نمائندوں نے پہلے رسول اکرمؐ سے مناظرہ کیا لیکن شکست کھا گئے۔ تب خدا کی طرف سے آیہ مباہلہ نازل ہوئی کہ:

''جو واضح دلیل تمہارے پاس ہیں، اگر ان کے باوجود کوئی تم سے مباحثہ کرے تو کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو لائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے آپ کو لائیں اور تم اپنے آپ کو اور اس کے بعد ہم جھوٹوں پر نفرین کریں اور خدا سے ان پر لعنت اور عذاب مانگیں۔''

اہل نجران کے نمائندوں نے مباہلہ کی تجویز قبول کر لی اور اس پر عملدرآمد کے لیے دوسرا دن مقرر ہو گیا۔ دوسرے دن مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اور نجرانی نمائندے رسول اکرمؐ کے گھر سے باہر آنے کے منتظر تھے تاکہ دیکھیں کہ آپ کس انداز سے آتے ہیں اور مباہلہ کے لیے کن لوگوں کو ساتھ لاتے ہیں۔ بالآخر جب آپ باہر آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے حسینؑ کو گود میں اُٹھا رکھا ہے اور حسنؑ کا بازو پکڑ رکھا ہے، آپ کی بیٹی فاطمہؑ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہی ہیں اور ان کے پیچھے علیؑ آ رہے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے اپنی گرامی قدر ساتھیوں کو ہدایت کی کہ جب ہم دعا مانگیں تو آپ لوگ آمین کہیں۔ اس نورانی گروہ کو دیکھ کر جو سرتاپا حق وصداقت کا مظہر تھا اور جس کی پناہ گاہ خدائے بزرگ و برتر کے سوا اور کوئی نہ تھی، نجران کے نمائندوں کے دل ہل گئے۔

ان کے سردار نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا:

''خدا کی قسم! میں ایسی صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ خدا سے دعا مانگیں تو روئے زمین کے تمام عیسائی ہلاک ہو جائیں''

چنانچہ وہ رسول اکرمؐ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ انھیں مباہلہ سے معذور رکھا جائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''پھر تم اسلام قبول کر لو''

انھوں نے جواب دیا:

''ہم مسلمانوں سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا ہم جزیہ دیں گے اور اسلام کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے''

یوں باہمی اختلاف کا خاتمہ ہو گیا۔

<u>مندرجہ بالا واقعے کا نتیجہ:</u> مباہلہ کے موقع پر علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے رسول اکرمؐ کے ہمراہ آنے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آیت مباہلہ میں ابنائنا ونسائنا وانفسنا کا مصداق آنحضرتؐ

اور امام علیؑ، بی بی فاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ دوسرے الفاظ میں جب رسول اکرمؐ نے فرمایا ''ہم خود'' تو اس سے مراد خود آنحضرتؐ اور امام علیؑ ہیں۔ اور جب فرمایا ''ہماری عورتیں'' تو اس سے مراد بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور جب فرمایا ''ہمارے بیٹے'' تو اس سے مراد حسنین علیہم السلام ہیں۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام علیؑ نفس رسولؐ ہیں اور یہ کہ آنحضرتؐ کے اہلبیت چار ہی اشخاص تھے کیونکہ کسی شخص کے اہل بیت وہی ہوتے ہیں جن کا تعارف ''ہم خود اور ہماری عورتیں اور بیٹے'' کہہ کر کرایا جاتا ہے۔ اور کوئی بھی اہل بیت میں شامل ہوتا تو آنحضرتؐ اُسے بھی مباہلہ کے لیے ساتھ لاتے۔

اسی بنا پر ان چار اشخاص کی عصمت کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے کیونکہ خدا رسول اکرمؐ کے اہل بیت کی طہارت اور عصمت کی شہادت دیتا ہے اور فرماتا ہے:

''اے خاندانِ نبوت! خدا یقیناً یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر نجاست کو دور کر رکھے اور تمھیں پاک اور پاکیزہ رکھے۔ (سورۃ احزاب۔ آیت ۳۳)

۲۔ جیسا کہ عام اور خاص سبھی نے نقل کیا ہے، رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ

''میرے اہل بیت کشتی نوحؑ کی طرح ہیں جو شخص اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جس نے انحراف کیا وہ غرق ہو گیا۔''

۳۔ دیگر متواتر احادیث میں عام و خاص سبھی نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا!

''میں تمھارے درمیان دو گراں بہا چیزیں بطور یادگار چھوڑ رہا ہوں وہ دو چیزیں خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ جب تک تم ان دو اہم یادگاروں سے وابستہ رہو گے اور ان میں پناہ لو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

<u>امامت:</u> ایک ملک میں جو حکومتی نظام تشکیل دیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے عام معاملات کا انتظام کرتا ہے وہ خود کار نہیں ہوتا۔ یعنی جب تک کچھ قابل اور مہارت رکھنے والے لوگ اسے نہ چلائیں اور اس کی نگرانی نہ کریں وہ قائم نہیں رہ سکتا اور لوگوں کو اس سے خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

ہر دوسرے نظام پر بھی جو انسانی معاشرے میں وجود میں آتا ہے (مثلاً تعلیم نظام اور مختلف اقتصادی نظام) اسی حکم کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ قابل اور دیانتدار کارکنوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ورنہ وہ ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے معمولی توجہ سے سمجھا جا سکتا ہے اور تجربہ بھی اس کی صحت کی تصدیق کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام کے نظام پر بھی جسے وسیع ترین آفاقی نظام کہا جا سکتا ہے اسی حکم کا اطلاق ہوتا ہے اور اسے بھی قائم اور جاری رہنے کے لیے نگہداشت کرنے والوں اور چلانے والوں کی ضرورت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہمیشہ کچھ ایسے قابل افراد موجود ہوں جو اس کے قوانین اور معارف لوگوں تک پہنچائیں، اس کے دقیق قواعد وضوابط کو اسلامی معاشرے میں نافذ کریں اور ان پر قرار واقعی عملدرآمد میں کوئی غفلت نہ برتیں۔

اسلامی معاشرے کے دینی اور دنیاوی امور کی نگہداشت اور سرپرستی کو امامت کہا جاتا ہے اور سرپرست اور پیشوا کو امام کا نام دیا

جاتا ہے۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے لوگوں کے لیے ایک امام مقرر کیا جائے جو دین کے احکام اور معارف کی حفاظت اور نگہبانی کرے اور لوگوں کی رہنمائی راہ حق کی طرف کرے۔

جو شخص اسلامی معارف پر تحقیقی نظر ڈالے اور انصاف پر مبنی فیصلہ کرے وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ امامت اسلام کا ایک مسلمہ اصول ہے اور خدا نے جن آیات میں اپنے دین کے نظام کا تعارف کرایا ہے، ان میں اس حقیقت کی وضاحت کر دی ہے۔

دلیل امامت: جیسا کہ نبوت کی بحث میں واضح ہوگیا ہے کہ پروردگار عالم مخلوقات پر جو عنایت کرتا ہے اور جو توجہ فرماتا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر پیدا کی گئی چیز کی رہنمائی ایک مقررہ مقصد کی جانب کرے (یہ مقصد کمال کے درجے تک پہنچنا ہے) مثلاً ایک میوہ دار درخت کی رہنمائی نشو و نما اور پھول آنے اور میوہ دینے کی جانب ہوتی ہے اور اس کی زندگی کا راستہ ایک پرندے کی زندگی کے راستے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک پرندہ بھی اپنے مخصوص راستے پر چلتا ہے اور اپنا مقررہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح ہر پیدا کی گئی چیز کی رہنمائی اس کے لیے مقرر کردہ مقصد اور مخصوص راستا طے کرنے کے علاوہ کسی اور جانب نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ ایک واضح امر ہے کہ انسان بھی خدا کی مخلوقات میں سے ہے اور اس پر بھی ہدایت کے اسی قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔

یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ انسان کو باسعادت زندگی اختیار اور ارادے کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے جو ہدایت انسان کے لیے مخصوص ہے وہ دین اور قانون کی صورت میں پیغمبروں کی دعوت اور تبلیغ کے ذریعے پہنچائی جائے تاکہ پروردگار عالم پر انسان کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔ جیسا کہ آیت شریفہ

رسلاً مبشرين و منذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل (سورۃ نساء۔ آیت ۱۶۵)

دلالت کرتی ہے کہ پیغمبروں کی بعثت اور دینی دعوت کے اہتمام کی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جیسے پیغمبر اپنی عصمت کی بدولت دین کی نگہبانی اور لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے، ویسے ہی اس کی رحلت کے بعد خدا ایک ایسے شخص کو اس کی جگہ مقرر کرے جو (وحی اور نبوت کے بغیر) بدرجۂ اتم اسی جیسے اوصاف رکھتا ہو تاکہ وہ لوگوں کی رہنمائی کرے اور دین کے احکام اور معارف کی یوں نگہداشت کرے کہ ان میں کسی تحریف کا امکان نہ رہے۔ ورنہ عام ہدایت کے پروگرام میں خلل پڑ جائے گا اور خدا پر لوگوں کی حجت تمام ہو جائے گی۔

چونکہ عقل خطا اور لغزش کی مرتکب ہو سکتی ہے اس لیے وہ لوگوں کو خدا کے فرستادہ پیغمبروں سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔

اسی طرح امت میں علمائے دین کی موجودگی اور ان کی تبلیغات لوگوں کو "امام" سے مستغنی نہیں کرتیں، کیوں کہ جیسا کہ واضح ہوگیا ہے کہ سوال یہ نہیں کہ لوگ دین کی پیروی کرتے ہیں یا نہیں کرتے بلکہ یہ ہے کہ خدا کا دین کسی تبدیلی کے بغیر یا تباہ ہوئے بغیر لوگوں تک پہنچے۔

یہ امر مسلم ہے کہ امت کے علماء خواہ کتنے ہی صالح اور پرہیزگار کیوں نہ ہوں وہ غلطی اور گناہ سے پاک نہیں ہیں اور بعض دینی معارف اور قوانین کا ان کے ہاتھوں تباہ یا تبدیل ہونا محال نہیں، اگرچہ وہ ایسا جان بوجھ کر نہ بھی کریں۔ اس بات کا ثبوت وہ

مختلف مذاہب اور اختلافات ہیں جو اسلام میں پیدا ہو گئے ہیں۔

پس ہر حالت میں امام کا وجود ضروری ہے تاکہ وہ خدا کے دین کے حقیقی قوانین اور معارف کی حفاظت کرے اور جب بھی لوگوں میں قابلیت پیدا ہو وہ اس کی رہنمائی سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ولایت کے بارے میں رسول اکرمؐ کے ارشادات:

خداوند عالم اسلام کے گرامی قدر پیغمبرؐ کی تعریف میں فرماتا ہے:

''(اے لوگو!) ایک رسولؐ تمھارے پاس آچکا ہے جو تمھیں میں سے ہے، تمہارا تکلیف اٹھانا اس پر شاق ہے، اسے تمھاری بہبود کا خاص خیال ہے وہ مومنوں پر حد درجہ شفیق اور مہربان ہے۔'' (سورہ توبہ۔ آیت ۱۲۸)

یہ بات ہرگز باور نہیں کی جاسکتی کہ رسول اکرمؐ جو کتاب الٰہی کی شہادت کے مطابق اپنی امت پر حد درجہ شفیق اور مہربان تھے، ایک اہم ترین مسئلے پر کہ جس کے واجب ہونے کی عقلِ سلیم بھی گواہی دیتی ہو خاموش بیٹھے رہیں اور اس کے متعلق کچھ نہ کہیں۔

رسول اکرمؐ ہر ایک سے زیادہ بہتر جانتے تھے کہ آپ اسلام کا منظم اور وسیع ادارہ فقط دس بیس سال کے لیے نہیں ہے تاکہ آپ خود ہی اس کی سرپرستی کا فریضہ انجام دیں بلکہ یہ ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے اور اسے ابد تک عالم انسانیت کا نظام چلانا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اپنی رحلت کے ہزار ہا سال بعد تک کے حالات کی پیش بینی کرتے ہوئے وہ ان کے متعلق دینی احکام صادر کرتے تھے۔

آپ جانتے تھے کہ دین ایک اجتماعی ادارہ ہے اور کوئی اجتماعی ادارہ ایک ساعت کے لیے بھی سرپرست کے بغیر نہیں چل سکتا۔ لہٰذا اس کے لیے ایک ایسے سرپرست کی ضرورت ہے جو اس کے قوانین اور معارف کی نگہبانی کرے، معاشرے کے پہیے کو گردش میں لائے اور لوگوں کی رہنمائی دنیا اور آخرت کی نیک بختی کی جانب کرے۔ لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی وفات کے بعد کے ایام کو بھول جائیں اور ان میں کسی دلچسپی کا اظہار نہ کریں؟

آنحضرت کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی جنگ یا حج کے سلسلے میں مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے اپنا ایک نمائندہ مقرر کر دیتے تھے، جو شہر مسلمانوں کے قبضے میں آتا اس کا گورنر مقرر کرتے تھے اور جس لشکر کو جنگ کے لیے بھیجتے اس کے سپہ سالار کا تعین کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات فرماتے تھے کہ تمھارا سردار فلاں شخص ہے اور اگر وہ مارا جائے تو فلاں ہے اور اگر وہ بھی مارا جائے تو فلاں ہے۔

آپ کے اس طریقے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ سفرِ آخرت پر روانہ ہونے سے پہلے آپ نے اپنے کسی جانشین کا اعلان نہیں کیا؟

المختصر جو شخص اسلام کے بلند مقاصد اور اس دین کے عالی مرتبت داعی کے پاک ہدف پر غور سے نگاہ ڈالے گا وہ بلاشبہ اس بات کی تصدیق کرے گا کہ مسلمانوں کے امور پر امامت اور ولایت ایک طے شدہ اور واضح چیز ہے۔

پیغمبرؐ کی طرف سے اپنے جانشین کا تقرر: رسول اکرمؐ نے اپنے بعد مسلمانوں کی ولایت اور ان کے امور کی سرپرستی کے بارے میں فقط عام بیانات پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی دعوت کے پہلے دن سے ہی توحید اور نبوت کے ساتھ ساتھ ولایت کا مسئلہ بھی واضح طور پر بیان فرمایا اور مسلمانوں کے تمام دینی اور دنیاوی امور کے

بارے میں امام علی کی ولایت اور جانشینی کا اعلان فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق جسے خاص و عام سبھی نے نقل کیا ہے جب پہلے دن آنحضرت کو کھلم کھلا دعوت کا حکم دیا گیا تو آپ نے اپنے اعزہ کو دعوت دی، انھیں ایک مجلس میں جمع کیا اور اس مجلس میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی وزارت، وصایت اور خلافت کا واضح طور پر اعلان کیا اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بھی غدیر خم کے مقام پر ایک لاکھ بیس ہزار افراد کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا:

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ

''جس کا میں ولی اور سرپرست ہوں علی بھی اس کا ولی اور سرپرست ہے۔''

علاوہ ازیں جن اماموں اور پیشواؤں کو امام علی کا جانشین ہونا تھا، آنحضرتؐ نے ان کی تعداد، نام اور دوسری خصوصیات واضح طور پر بیان فرمائیں۔

ایک مشہور روایت کے مطابق جو شیعہ اور سنی دونوں نے نقل کی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ:

''امام بارہ ہیں اور سب کے سب قریش میں سے ہیں۔''

نیز ایک اور مشہور روایت کے مطابق آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا کہ ''امام بارہ اشخاص ہیں'' اس کے بعد آپ نے ان میں سے ایک کا نام بتایا اور پھر جابر سے کہا کہ ''تم پانچویں امام سے ملو گے، انھیں ہمارا اسلام کہنا۔''

ان کے علاوہ رسول اکرمؐ نے اپنے جانشین یعنی امیر المومنین امام علی کو بالخصوص معین فرمایا۔ امام علی نے بھی اپنے بعد ہونے والے امام کا تعارف کرایا اور اسی طرح ہر امام نے اپنے جانشین کو متعارف کرایا۔

امام کی عصمت: جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر کی طرح امام کا بھی خطا اور گناہ سے پاک ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو دینی دعوت ناقص رہ جائے گی اور ہدایت الٰہی اپنا اثر کھو بیٹھے گی۔

امام کی اخلاقی فضیلتیں: امام کے لیے ضروری ہے کہ شجاعت، پاکدامنی، سخاوت اور عدالت جیسی اخلاقی خوبیوں کا مالک ہو۔ کیونکہ جو شخص گناہوں سے پاک ہو وہ تمام دینی قوانین پر عمل پیرا ہوگا اور اچھے اخلاق دین کے لوازمات میں سے ہیں۔

علاوہ ازیں امام کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اخلاقی خوبیوں کے معاملے میں وہ باقی سب لوگوں سے بلند تر مقام پر فائز ہو کیونکہ کسی شخص کا اپنے سے بہتر اور برتر شخص کا پیشوا بننا بے معنی بات ہے اور بلا شبہ عدل الٰہی کے منافی ہے۔

امام کا علم: چونکہ امام، دین کا سرپرست اور اہل عالم کا پیشوا ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام مسائل کا علم رکھتا ہو جن سے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں واسطہ پڑتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں جن سے انسان کی نیک بختی وابستہ ہے کیونکہ کسی جاہل کا عقلمندوں کا پیشوا بننا جائز نہیں اور عام خداوندی ہدایت کے نقطہ نگاہ سے اس کے کوئی معنی نہیں۔

چودہ معصوم: رسول اکرم آنحضرتؐ اور ان کی جلیل القدر بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ اور بارہ اماموں کو چودہ معصوم کہا جاتا ہے اور ان چودہ بزرگواروں میں سے پہلے پانچ یعنی رسول اکرمؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، اور حسینؑ آل عبا اور اصحاب کساء کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں کیونکہ رسول اکرمؐ نے ایک دن اپنے سر پر ایک چادر

اوڑھی اور باقی چار حضرات کو اپنے ساتھ چادر کے نیچے جمع کیا اور دعا مانگی تب خدا نے ان کے حق میں آیت تطہیر نازل کی۔

آئمہ ھدیٰ علیہم السلام: آئمہ ہدیٰ جو رسول اکرمؐ کے بعد آنحضرت کے جانشین اور لوگوں کے دین اور دنیا کے پیشوا ہیں وہ یہ بارہ بزرگوار ہیں:

	نام	لقب
۱۔	حضرت امام علی علیہ السلام	مرتضیٰ
۲۔	حضرت امام حسن علیہ السلام	مجتبیٰ
۳۔	حضرت امام حسین علیہ السلام	سید الشہداء
۴۔	حضرت امام علی علیہ السلام	سجاد
۵۔	حضرت امام محمد علیہ السلام	باقر
۶۔	حضرت امام جعفر علیہ السلام	صادق
۷۔	حضرت امام موسیٰ علیہ السلام	کاظم
۸۔	حضرت امام علی علیہ السلام	رضا
۹۔	حضرت امام محمد علیہ السلام	تقی
۱۰۔	حضرت امام علی علیہ السلام	نقی
۱۱۔	حضرت امام حسن علیہ السلام	عسکری
۱۲۔	حضرت امام محمد علیہ السلام	مہدی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر ۳۹

تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میں رافضی ہوں وائے ہو تم پر (امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: سب سے پہلے ان جادوگروں کو رافضی کہا گیا تھا جو عصا میں حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی اور فرعون کے حکم کو ٹھکرا دیا اور اپنے فائدہ کی ہر چیز کو قبول کر لیا تو فرعون نے انہیں رافضی کا نام دیا کیونکہ انہوں نے فرعون کے دین کو ٹھکرا دیا تھا تو اس لحاظ سے رافضی وہ شخص ہے جو ان تمام چیزوں کو ٹھکرا دے جن کو خدا پسند نہیں کرتا ہے اور جس چیز کا خدا نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرے، تو اس زمانہ میں ایسا کون ہے؟) اور اپنے اوپر اس لئے بھی رو رہا ہوں کہ مجھے خوف ہے اگر خدا کو میرے دل کی کیفیت کا علم ہو گیا جبکہ میں نے معزز لقب پایا ہے تو میرا پروردگار مجھے سرزنش کرے گا اور فرمائے گا: اے عمار کیا تم باطل چیزوں کو ٹھکرائے تھے اور طاعات پر عمل کرتے تھے جیسا کہ تمہیں لقب ملا ہے؟ اگر اس مدت میں سہل انگاری سے کام لو گا تو اس سے میری درجات کم ہو جائیں گے، اور میرے اوپر شدید عقاب ہو گا مگر یہ کہ ہمارے مولا و آقا اپنی شفاعت کے ذریعہ ہماری مدد کریں۔

اور تمہارے اوپر اس لئے رو رہا ہوں کہ تم نے میرا ایسا نام رکھا ہے جس کا میں اہل نہیں ہوں مجھے ڈر ہے کہ تمہارے اوپر خدا کا عذاب نہ آ جائے کہ تم نے شریف ترین نام رکھا ہے اور اس کو پست ترین خیال کیا ہے تمہارا بدن اس بات کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا؟

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: اگر عمار کے اوپر آسمانوں اور زمینوں سے بھی زیادہ گناہ ہوتے تو ان کی اس گفتگو کے سبب ان سب کو محو کر دیا جاتا۔ یہ کلمات ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کے حسنات میں اضافہ کریں گے، یہاں تک کہ ان کے کلام کا معمولی حصہ بھی اس دنیا سے ہزار گنا بڑا ہو گا۔

☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

محبت اہلبیتؑ کی اہمیت خدا اور رسولؐ کی نظر میں

از کتاب اہلبیت کے شیعہ

علی کے شیعہ ہی کامیاب ہیں:

سیوطی نے در منثور میں اس آیت (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی تشریف لائے تو رسولؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن یہ اور ان کے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریه) چنانچہ جب علیؑ آتے تھے تو اصحاب رسولؐ کہتے تھے: خیر البریۃ آ رہے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف المناوی نے اپنی کتاب ''کنوز الحقائق'' کے صفحہ ۸۲ پر اس طرح روایت کی ہے:

''شیعة علی هم الفائزون'' علی کے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔ پھر لکھتے ہیں اس حدیث کو دیلمی نے بھی نقل کیا ہے۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد کی کتاب المناقب کے مناقب علی بن ابی طالب میں۔ علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میرے دوستؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ خدا کی بارگاہ میں اس حال میں پہونچو گے کہ تم اس سے راضی اور وہ تم سے خوش ہوگا اور تمہارا دشمن اس حال میں حاضر ہوگا کہ خدا اس پر غضبناک ہوگا اور وہ جہنم میں جائے گا۔

اس حدیث کی طبرانی نے اوسط میں روایت کی۔

ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' کے ص ۹۶ پر روایت کی ہے اور لکھا ہے: دیلمی نے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علی: مبارک ہو کہ خدا نے تمہیں، تمہاری ذریت، تمہارے بیٹوں، اہل، تمہارے شیعوں اور تمہارے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے۔

ایوب سجستانی سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوقلابہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ام سلمہؓ نے کہا: میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ فرماتے ہیں: قیامت کے روز علی اور ان کے شیعہ ہی کامیاب ہوں گے۔

علی اور ان کے شیعہ بہترین خلائق ہیں:

جریر طبری نے اپنی تفسیر میں خداوند عالم کے اس قول (اولئک خیر البریة) کی تفسیر کے سلسلہ میں اپنی سند سے ابو جارود سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔

اس کو سیوطی نے در منثور میں جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے: اس حدیث کو ابن عدی اور ابن عساکر نے علیؑ سے مرفوع طریقہ سے نقل کیا ہے کہ: علی خیر البریۃ ہیں۔

نیز تحریر کیا ہے: ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے

کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة) نازل ہوئی تو رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: روز قیامت تم اور تمہارے شیعہ خدا سے خوش اور وہ تم سے راضی ہوگا۔

نیز لکھا ہے: ابن مردویہ نے علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا: مجھ سے رسولؐ نے فرمایا: کیا تم نے خدا کا قول "ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة" نہیں سنا ہے؟ تمہاری اور تمہارے شیعوں کی، میری اور تمہاری وعدہ گاہ حوض کوثر ہے جب امتیں حساب کے لئے آئیں گی تو تمہیں اور تمہارے شیعوں کو عزت کے ساتھ بلایا جائیگا اور بٹھایا جائیگا۔

ابن حجر نے صواعق میں لکھا ہے:

گیارہویں آیت "ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة" جمال الدین زرندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں کہ قیامت کے روز تم خدا سے راضی اور وہ تم سے راضی ہوگا۔ اور تمہارا دشمن اس حال میں آئیگا کہ وہ غصہ میں ہوگا اور اس کے ہاتھ گردن کے طوق میں پڑے ہوں گے۔

اس روایت کو شبلنجی نے نورالابصار میں نقل کیا ہے۔

اسلام میں محبت اہل بیت کا مقام:

محمد بن یعقوب کلینیؒ نے اپنی اسناد سے ابوحمزہ ثمالیؒ سے اور انہوں نے ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت، پر رکھی گئی ہے اور جس طرح ولایت کی طرف دعوت دی گئی ہے اس طرح کسی بھی چیز کی طرف نہیں بلایا گیا ہے۔

محمد یعقوب کلینی نے اپنی اسناد سے عجلان ابوصالح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے ایمان کی حدود و تعریف سے آگاہ کیجئے فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، محمد اللہ کے رسولؐ ہیں، جو چیز وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں وہ برحق ہے، پانچ وقت کی نماز، ماہ رمضان کا روزہ، خانہ کعبہ کا حج ہمارے ولی کی ولایت اور ہمارے دشمن سے عداوت اور سچوں میں شامل ہونا۔

کلینی نے اپنی اسناد سے زرارہ سے انہوں نے ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی ہے اور وہ یہ ہیں، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، اور ولایت۔

رافضی کون ہیں:

روایت ہے کہ ایک روز عمار کسی گواہی کے سلسلہ میں کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس گئے۔ قاضی نے ان سے کہا: اے عمار تم اٹھو! حقیقت یہ ہے کہ ہم تمہیں پہچان گئے ہیں تمہاری گواہی قبول نہیں کی جائیگی کیونکہ تم رافضی ہو، (یہ سن کر) عمار کھڑے ہو گئے اور ان پر رقت طاری ہوگئی اور ان کا جوڑ جوڑ کانپنے لگا۔

ابن ابی لیلیٰ نے ان سے کہا: آپ تو عالم و محدث ہیں اگر آپ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ آپ کو رافضی کہا جائے تو رفض کو چھوڑ دیں، پھر تم ہمارے بھائی ہو۔ عمار نے اس سے کہا: جو تمہارا مسلک ہے وہی میرا مسلک ہے، لیکن مجھے اپنے اور تمہارے اوپر رونا آرہا ہے، اپنے اوپر تو میں اس لئے رو رہا ہوں کہ جس عظیم رتبہ کی طرف تو نے مجھے نسبت دی ہے میں اس کا اہل نہیں ہوں،

بقیہ صفحہ ۳۷ پر ملاحظہ فرمائیں

اخبار غم

۱۔ آقائے سید حسن خمینی کو صدمہ ہم نے بڑے رنج والم کے ساتھ یہ خبر وحشت اثر سنی کے حضرت آیت اللہ آقائے خمینی اعلیٰ اللہ مقامہ کی رفیقہ حیات طویل بیماری کے بعد راہی ملک بقاء ہوگئیں اور اپنے شوہر نامدار سے جاملی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارے حوزہ علمیہ میں مرحومہ کے ایصال ثواب اور بلندی درجات کیلئے قرآن خوانی کی گئی دعا ہے کہ خداوند عالم جناب مرحومہ کو سیدہ سرکار کائنات کے جوار پر انور میں جگہ عطا فرمائے۔ اور خدائے قدیر ایرانی قوم کو بالعموم اور حضرت آقائے سید حسن خمینی مدظلہ کو بالخصوص اس صدمہ کے برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے ہم انکی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور اس صدمہ میں ان کے ساتھ شریک غم ہیں ادارہ

۲۔ جناب مولانا حامد علی سندرانہ صاحب آف چک نمبر ۱۸ ایم ایل کے چچا زاد بھائی غلام حیدر حرکت قلب بند ہونیکی وجہ اچانک وفات پاگئے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۳۔ مولوی سید حسن شاہ صاحب آف چک نمبر ۳۶ جنوبی ضلع سرگودہا کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ مولوی امیر عباس متعلم جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا کی دادی جان رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار جناب سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

۵۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی صاحب اور حجۃ الاسلام قاضی سید نیاز حسین صاحب قبلہ پرنسپل جامعۃ المنتظر لاہور کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ادارہ حافظ صاحب قبلہ اور قاضی صاحب کو تعزیت پیش کرتا ہے اوران کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

۶۔ صحافی شاعر اور ادیب سید امتیاز حسین نقوی آف چک نمبر ۳۶ جنوبی کی خالہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

☆ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

☆ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

☆ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1۔ اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کیلئے ادارہ میں داخل کروا کر۔

2۔ طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔

3۔ ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔

4۔ ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔

5۔ ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کیلئے

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا فون 048-3221472

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

انسانوں میں سب سے زیادہ کم سکون کینہ توز شخص ہوتا ہے

احمق کا دل اس کے منہ میں اور صاحبِ حکمت کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے

جس رزق کی ضمانت دی جا چکی ہے وہ تمہیں فرائض پر عمل کرنے سے نہ روک دے

مومن کے لئے کس قدر قبیح ہے کہ وہ ایسی چیز سے دل لگائے جو اسے ذلیل و رسوا کردے

جس نے کسی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے اسے سنوار دیا اور جس نے علی الاعلان کسی کو نصیحت کی اس نے اسے رسوا کردیا

اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا ہے تاکہ مالدار بھی بھوک کا مزہ چکھ لے اور اس طرح غربت کی طرف توجہ کرے

جب قضائے الٰہی حتمی ہے تو نالہ و فریاد کس لیئے، غصہ ہر برائی کی چابی ہے

دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں: اللہ پر ایمان اور بھائیوں کو فائدہ پہنچانا

تواضع اور انکساری کی ایک علامت جس کے پاس سے گزرو اسے سلام کرنا اور مجلس میں نچلے مقام پر بیٹھنا ہے

اللہ سے ڈرو اور ہمارے لئے زینت بنو اور باعث شرمندگی نہ بنو

جس صاحب عزت نے حق کو ترک کیا وہ ذلیل ہوا اور جس ذلیل انسان نے حق کو حاصل کیا وہ عزیز ہوا